© rasailojaraid.com

دیوان المظالم کا تاریخی مطالعہ

مولانا ریاض الحسن نوری

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو عدل اور احسان دونوں کا حکم کرتا ہے۔ مولانا سید متین ہاشمی صاحب نے بہت عمدہ بات کہی کہ محض ایک عدل کا لفظ اسلام کی جملہ تعلیمات اور حقائق اور اساسیات کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کا متضاد "ظلم" ہے جس کے معنی کسی شئے کو غیر محل یعنی غلط مقام پر رکھنا ہیں۔ لیکن اگر مذکورہ بالا آیت قرآنی کی روشنی میں عدل کے ساتھ احسان کو بھی شامل کر لیا جائے تو بات ذرا زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ الخلق عیال اللہ یعنی مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ پس اللہ کے ہر بندہ پر فرض ہے کہ وہ خلق خدا کے ساتھ عدل بھی کرے اور احسان بھی۔ ہر مسلمان پر جس طرح صلوٰۃ کا قیام فرض ہے اسی طرح عدل کا قیام بھی فرض ہے۔ کیونکہ اللہ کی عبادت اور اطاعت عدل ہے۔ غیر اللہ کی عبادت یا اطاعت (جس میں انسان کا نفس بھی شامل ہے) ظلم ہے۔ اسی وجہ سے شرک کو قرآن میں ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے بڑا گناہ بڑا ظلم اور چھوٹا گناہ چھوٹا ظلم ہے۔ اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرنا بھی ظلم اور اپنے نفس کو خدا بنانے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ (الجاثیہ: ۲۳)

یعنی کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو خدا بنا لیا ہے۔

پھر ایسے شخص کو اللہ نے یہ سزا دی کہ اس کے علم کے باوجود گمراہی میں ڈال دیا۔

اس آیت میں علمائے سوء کی طرف اشارہ ہے جو دولت مندوں اور حکام کی ہاں میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہاں ملاتے ہیں ۔ جو شخص کسی کی عزت اس کی دولت یا افسری کی وجہ سے کرے اس کے متعلق سخت وعید آئی ہے ۔ اسی وجہ سے اولیاء اللہ بادشاہوں سے ملنے سے گریز کرتے اور دولت مندوں سے پرہیز کرتے ۔ درحقیقت ایمان جب ہی حاصل ہوتا ہے جبکہ انسان کی خواہش نفسانی قرآن وسنت کے مطابق ہو جائے جیساکہ حدیث میں ہے؛

لا یومن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به ۔

قیام صلاۃ کی مانند قیام عدل بلکہ تمام ولایات کا قیام تمام مسلمانوں پر فرض ہے ۔ اس مسئلہ پر ہم "سہ ماہی منہاج" کے عدل نمبر میں ابو زہرہ کے حوالے سے مفصل گفتگو کر چکے ہیں ۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ۔

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ" اور "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" وغیرہ آیات قرآنی سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ رد مظالم جو قیام عدل ہی کا حصہ ہے وہ محض حکومت پر ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے ۔ جہاد بھی رد مظالم کا حصہ ہے ۔ مسلمانوں نے سندھ اور سپین پر حملہ اور عالمگیر نے دکن پر حملہ رد مظالم کی بنا پر کیا ۔ بقول عبدالحفیظ (برصغیر پاک و ہند میں نظام عدل گستری : ۱۶۷)

قاضی برائے عدالت ہائے شرعیہ مصر محمود بن محمد بن عرنوس قاضی کے اختیارات و فرائض کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ قضاء اسلامی کے اس شعبہ پر بحث کرنا ایک کٹھن کام ہے کیونکہ آج تک قاضی کے اختیارات و فرائض کی حدود معین نہیں کی گئیں ۔ تاہم علماء و فقہاء کی کتب کے مطالعہ سے اس مسئلہ کے متعلق ہمیں جو کچھ معلوم ہو چکا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے ۔

ابن قیم "الطرق الحکمیہ" میں حکومت کے مختلف شعبوں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؛

امر بالمعروف، نہی عن المنکر اجتماعی زندگی کے آداب و حفاظت اور نگرانی عام ناموس و آبرو اور امانت کے تحفظ کا کام حکومت کے جس شعبہ کے ذمہ ہوتا ہے اسے محکمہ احتساب اور اس کے نگران کو محتسب کہتے ہیں ۔ اس لحاظ سے شعبہ احتساب کے اختیارات و فرائض کا دائرہ عمل امن عامہ کے تحفظ کی عملی کارروائیوں تک محدود ہوتا ہے ۔ اسی طرح ارباب اختیار کے جبر و استبداد کے انسداد کے لیے بھی ایک علیحدہ شعبہ ہوتا ہے جس کے نگران کو والی المظالم کہا جاتا ہے اور اس کے سپرد ان مقدمات کے فیصلے اور ان کا نفاذ کرنا ہوتا ہے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قاضی اور محتسب کے امکان اور اختیارات سے خارج ہوتے ہیں۔ تنازعات کا تصفیہ کرنے، حقوق و واجبات متعین کرنے، نکاح و طلاق اور نان و نفقہ جیسے مقدمات فیصل کرنے، معاہدوں کے جائز و ناجائز ہونے غرضیکہ عام طور پر مذہبی معاملات سے تعلق رکھنے والے مقدمات اور قضیوں کا فیصلہ کرنے والے حاکم کو قاضی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں یہ امر ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ مذکورہ بالا محکموں اور ان حدود کے تعین کے سلسلے میں شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں عائد کی گئی اور یہ حکومتوں کا اپنا کام ہے کہ وہ اپنے مخصوص حالات کے مطابق محکموں کی تشکیل اور ان کے سربراہوں کے اختیارات و فرائض کی تعیین کریں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کی حکومتیں اپنے اپنے محکموں میں ردوبدل کرتی رہی ہیں۔ بسا اوقات محکمہ قضاء اور محکمہ تنفیذ کو اکٹھا کر دیا جاتا تھا۔ اسی طرح کبھی احتساب کے محکمہ کو بھی محکمہ قضاء کے ساتھ منسلک کر دیا جاتا تھا۔[۱]

الماوردی فرماتے ہیں کہ عدالت قضاء اور مظالم میں دس باتوں کا فرق ہے:[۲]

۱۔ ناظر مظالم باہیبت اور قوی دبدبہ والا ہو۔ قاضی کے لیے یہ ضروری نہیں۔

۲۔ ناظر مظالم کا تعلق امور واجبہ سے گذر کر جائز امور کو بھی مشتمل ہے لہٰذا وہ قول و عمل دونوں اعتبار سے وسیع الاختیارات ہوگا۔

۳۔ وہ ڈرا کر اور قرائن و شواہد حالیہ سے کام لے کر تفتیش و تحقیق واقعات اور حق و باطل میں امتیاز کر سکتا ہے۔ دوسرے حکام ایسا نہیں کر سکتے۔

۴۔ ظالم کی تادیب و اصلاح کر سکتا ہے۔

۵۔ اگر مقدمہ کی بابت زیادہ تحقیق و تنقیح کی ضرورت ہو اور امید ہو کہ غور و فکر سے حالات اصلیت و اسباب کے ساتھ آشکارا ہو جائیں گے تو ناظر مظالم تصفیہ میں تاخیر کر سکتا ہے۔ دوسرے حکام ایسا نہیں کر سکتے جبکہ کوئی فریق فیصلہ میں عجلت کا طالب ہو۔

---

[۱] الماوردی: الاحکام السلطانیۃ: باب ولایۃ المظالم صفحہ ۷۸، مطبوعہ مصر ۱۹۶۶ء۔

[۲] الماوردی: الاحکام السلطانیہ: ۹۲/۹۳۔ اس مقدمہ سے ماوردی نے ولایۃ المظالم کے اہم فقہی اصول کا استخراج کیا ہے یعنی واجب سے قطع نظر کر کے جائز کو اختیار کرنا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۔ ناظر مظالم مناسب سمجھے تو فریقین کو مصالحت پر مجبور کر سکتا ہے لیکن قاضی دونوں کی رضامندی کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔

۷۔ اگر فریقین انصاف اور اعتراف حقوق پر آمادہ نہ ہوں تو پولیس کی حراست میں دے سکتا ہے اور مقدمہ کی نوعیت قابل ضمانت ہو تو ضمانت پر رہا کر سکتا ہے تاکہ ایک دوسرے کی تکذیب سے باز آکر انصاف قبول کر لیں۔

۸۔ مجہول الحال اور نامقبول شہادت لوگوں کی شہادت بھی ناظر مظالم سن سکتا ہے۔

۹۔ شک کی صورت میں شاہدوں سے حلف بھی لے سکتا ہے۔ نیز ازالہ شک کے لیے شاہدوں کی تعداد بھی بڑھا سکتا ہے مگر دوسرے حکام ایسا نہیں کر سکتے۔

۱۰۔ فریقین کے نزاع کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے ابتداءً شاہدوں کے بیانات سن سکتا ہے۔ اس کے برخلاف قاضیوں کا طریقہ یہ ہے کہ مدعی سے گواہ طلب کرتے ہیں اور مدعی کے کہنے پر ان کے بیانات لیتے ہیں غرضیکہ ناظر مظالم اور حاکم قضاء کے طریق کار اور اختیارات میں یہ دس بنیادی فرق ہیں[1] قاضی۔ ناظر مظالم۔ محتسب۔ یہ تین مختلف محکمے مختلف عہدے داروں کے ماتحت ہوتے ہیں اور ان کے دائرہ کار اور طریق کار اور اختیارات میں فرق ہے[2]

دورِ رسالت میں ردِ مظالم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چونکہ روحانیت کا غلبہ تھا اور صحابہ کے درمیان جھگڑے تقریباً مفقود

---

[1] بحوالہ بالا ص ۸۵۔

[2] مثلاً اگر قرض دار قرض ادا نہیں کرتا تو محتسب کے پاس شکایت کر کے تدارک ہو سکتا ہے لیکن اگر قرض دار قرض سے انکار کر دے تو معاملہ محتسب سے قاضی کے پاس چلا جائے گا۔ پھر اگر قرض دار بڑا آدمی ہو اور قاضی معاملہ حل نہ کر سکے تو مقدمہ ناظر مظالم کے پاس پہنچ جائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ اس لیے آپ کے پاس تنازعات بہت کم آتے۔ لوگ زیادہ تر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس احکام شرعیہ معلوم کرنے کے حاضر ہوتے تھے اور حضور ان کو بتا دیتے تھے۔

الماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں "فی ولایۃ المظالم" کے عنوان سے بہت عمدہ باب لکھا ہے اس کو وہ یوں شروع کرتے ہیں:

ونظر المظالم ہو قود المتظالمین الی التناصف بالرھبۃ وزجر المتنازعین الخ یعنی مظالم یا فوجداری کے مقدمات سے مراد یہ ہے کہ آپس میں تعدی کرنے والے ہر دو فریق کو جبراً عدالت میں پیش کر کے انصاف کرایا جائے اگر انکار کریں تو ڈرا دھمکا کر کام کیا جائے۔ بس ضروری ہے کہ اس منصب کا حاکم نہایت عالیشان بارعب اور بے طمع آدمی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مظالم کے مقدمے کو طے فرمایا تھا۔ (فقد نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المظالم فی الشرب الذی تنازعہ الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ورجل من الانصار الخ) زبیر بن عوام اور ایک انصاری میں زمین سیراب کرنے کے متعلق جھگڑا تھا۔ وہ خود اس کو لے کر آئے۔ آپ نے فرمایا کہ زبیر پہلے تم سیراب کر و۔ پھر انصاری۔ انصاری نے کہا یا رسول اللہ بیشک وہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا یا زبیر اجرہ علی بطنہ حتی یبلغ الی الکعبین یعنی اے زبیر پانی آنے دینا۔ یہاں تک کہ ٹخنوں تک آجائے چاہے اس کے لیے تجھے اس کے پیٹ پر سے پانی گذارنا پڑے۔ اس کے بعد پھر انصاری کو پانی دیدینا۔ اجرہ علی بطنہ آپ نے تا دیباً کہا۔[1]

مزید الماوردی لکھتے ہیں کہ قرن اول میں تدین اور انصاف پسندی کا غلبہ تھا۔ اکھڑ مزاج اعرابی سے اگر کبھی کوئی زیادتی ہوتی تو وہ بھی وعظ و سرزنش سے متاثر ہو جاتا ہے۔ ان حضرات

---

[1] الماوردی نے اس مقدمہ کو مظالم کے تحت بیان کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ مظالم کے تحت ہر وہ مقدمہ آسکتا ہے جس میں کسی پر زیادتی کی جا رہی ہو۔ زیادتی کرنے والے کے لیے بڑے آدمی کی شرط ضروری نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے زمانے میں حق کے تعین کے بعد لوگ خود بخود اس کی طرف جھک جاتے تھے۔

خلفائے راشدین رضؓ کے دور میں ردّ مظالم

حضرت ابوبکر رضؓ نے سنّت کی مکمل پیروی کی۔ آپ کے زمانے میں حدیث تو کیا قرآن بھی جمع نہیں ہوا تھا لیکن آپ نے بلا تاخیر قرآن و حدیث کے احکام نافذ کر دئے کوڈ نہیں بنایا۔ اگر ضرورت ہوتی تو لوگوں کو جمع فرما کر پوچھ لیتے کہ اس معاملہ میں کسی کو کوئی حدیث یاد ہے۔ حضرت عمر رضؓ کو آپ نے قاضی مقرر فرمایا لیکن ایک سال تک کوئی مقدمہ نہیں آیا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ جو ایسا حاکم مقرر کرے کہ وہ رعایا کے حقوق کی حفاظت نہ کرے تو ایسے مقتدر اعلیٰ پر خدا کی لعنت ہے۔ اللہ اس کو جہنم میں جھونک دے گا چاہے وہ فرائض و نوافل پڑھتا ہو۔[1]

حضرت عمر رضؓ نے یہ انتظام فرمایا کہ ظلم ہونے سے پہلے پیش بندی ہو جائے اس کے لئے آپ نے اگرچہ گورنروں کی تنخواہ اچھی مقرر کی لیکن ان پر سادہ زندگی گذارنے کی پابندی عائد کر دی۔ حضرت سعد رضؓ بن ابی وقاص جیسے عظیم صحابی کے مکان کا دروازہ بازار میں کھلتا تھا جس سے بہت شور آتا تھا۔ انھوں نے وہ بند کرا دیا تو اسے حضرت عمر رضؓ نے آدمی بھیج کر جلوا دیا۔

مظالم کے وقوع کی روک تھام اور عمر رضؓ کا حق مظلومیت خریدنا وغیرہ

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ جب کسی کو عامل بناتے تو چار شرائط لازم

---

[1] سیوطی: تاریخ الخلفاء ۸۹ مطبوعہ مصر ۱۹۵۲ء پس پبلک سروس کمیشن کے ممبر اور دیگر بڑے لوگ جو سرکاری ملازم مقرر کرنے والے ہیں وہ دیکھ لیں کہ مسند احمد کی اس حدیث کے مطابق ان کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے تھے[1]

گھوڑے پر سوار نہ ہو (۱) باریک کپڑے نہ پہنے نہ عمدہ کھانا کھائے (۲) نہ دروازہ بند رکھے کہ لوگ اپنی حاجتوں کے لئے نہ آسکیں (۳) نہ کوئی دربان رکھے۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ اطلاع پہنچی کہ ان کا کوئی عامل مریض کی عیادت نہیں کرتا اور کمزور آدمی اس تک نہیں پہنچ سکتا تو اس کو الگ کر دیا کرتے تھے[2]

گورنر مصر عمرو بن عاصؓ کے بیٹے نے ایک قبطی (غیر مسلم) کو اس بناء پر کوڑے مارے کہ وہ گھڑ دوڑ میں اس سے آگے نکل گیا۔ حضرت عمرؓ نے تینوں کو مدینہ طلب کیا اور قبطی کو حکم دیا کہ وہ قصاص میں گورنر کے بیٹے کو کوڑے مارے جب وہ اپنا قصاص لے چکا تو آپ نے اسے کہا کہ ایک کوڑا گورنر کے بغیر بال کے سر پہ بھی مار۔ لیکن قبطی بولا کہ ان سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ میں نے بدلہ لے لیا۔ اس پر حضرت عمرؓ گویا ہوئے کہ اگر تو ان کے بھی مار دیتا تو ہم تجھے کچھ نہ کہتے۔ اس کے بعد عمرو بن عاصؓ سے فرمایا کہ تم نے کب سے لوگوں کو غلام سمجھ لیا ہے ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ مجھے اس زیادتی کا علم نہیں ہوا، نہ اس نے میرے پاس شکایت کی۔

عمرو بن العاص نے مصر میں مسجد کی توسیع کے سلسلے میں ایک غیر مسلم بڑھیا کا مکان بغیر اس کی رضامندی کے بھاری قیمت پر خرید کر استعمال کر لیا۔ بڑھیا کی شکایت پر آپ نے حکم دیا کہ مسجد کا وہ حصہ گرا کر بڑھیا کا مکان دوبارہ تعمیر کر کے اسے واپس دیا جائے۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قرآنی آیت تھی:

اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔ (النساء ۲۹)

ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے اور تمہارے مال کی مثال ایسی ہے جیسے یتیم کا والی ہو اگر اس سے مستغنی رہا تو بچا رہوں گا اور اگر حاجت مند ہوتا تو بقدر ضرورت کھا لیتا کسی

---

[1] ازالۃ الخفاء، ۳، ۲۵۲، ۲۵۳ مطبوعہ نور محمد۔

[2] محولہ بالا ص ۱۴۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو نہیں چھوڑوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے اور اس پر دست درازی کرے حتیٰ کہ میں اس کے رخسار کو زمین میں ڈال کر اپنا قدم اس کے دوسرے رخسار پر رکھوں گا یہاں تک کہ وہ حق پر عمل پیرا ہو۔ [۱]

اس عدل کے باوجود حضرت عمرؓ خوف الٰہی سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر دو لکیریں پڑ گئی تھیں۔

حضرت عثمانؓ وہ خود مظلوم شہید ہوئے۔ ان کا عصا توڑ دیا گیا ان کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ ان کا پانی بند کر دیا گیا لیکن انہوں نے تمام مسلمانوں کو جن میں کثیر تعداد ان کے غلاموں کی بھی تھی دفاع سے روک دیا۔ حتیٰ کہ وہ مظلوم شہید کر دیئے گئے۔ انصار آئے ان کو واپس کر دیا گیا۔ معاویہؓ نے شام سے فوج بھیجنی چاہی لیکن ان کو بھی منع کر دیا گیا۔ [۲]

حضرت عثمانؓ رعایا کے حالات کی برابر اطلاع رکھتے تھے اور آپ کا اعلان تھا میں عموماً حج کے موقع پر تمام عمال کو جمع کرتا ہوں اور جس عامل کے خلاف شکایت پیش کی جاتی ہے تحقیقات کر کے فوراً تدارک کرتا ہوں لیکن اس کے باوجود معلوم ہوا ہے کہ بعض عمال بے وجہ لوگوں پر زیادتی کرتے ہیں۔ اس لیے اعلان عام کیا جا رہا ہے کہ جس کو مجھ سے یا میرے عامل سے کوئی شکایت ہو وہ حج کے موقع پر بیان کرے میں کامل تدارک کر کے مظلوم کو اس کا حق دلا دوں گا۔ [۳] حضرت عمر بن عبد العزیز نے بھی اپنے عمال و حکام کو یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ لوگوں کو اپنے تک پہنچنے اور شکایات پہنچانے کے مواقع اور سہولتیں مہیا کریں اور صرف اسی پر اکتفا نہیں تھا بلکہ حج کے موقع پر اعلان ہوتا کہ جو شخص کسی ظلم کی اطلاع دے گا یا کوئی نیک مشورہ دے گا وہ سو سے لے کر تین سو دینار انعام پائے گا۔ [۴] کیا آج کسی

---

[۱] ازالۃ الخفاء، ۲، ۳، ۲۵۴

[۲] امام حسنؓ اور عمر بن عبد العزیز کو زہر دیا گیا لیکن حسن نے مجرم کا نام بتانے سے انکار کر دیا اور عمر بن عبد العزیز نے زہر دینے والے غلام کو جان بچا کر بھاگ جانے کا حکم کیا۔

[۳] ظفیر الدین مفتاحی، اسلام کا نظام امن، ۱۰۳، مطبوعہ مئو اعظم گڑھ۔

[۴] ابو الحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت ۱، ۲۱: بحوالہ سیرت عمر بن عبد العزیز۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جمہوری ملک میں عوام کو ایسا حق یا اختیار حاصل ہے۔ آج تک زیادتی کی خبر دینے والے کو کسی جمہوری حکومت نے انعام دیا۔ جدید پولیس الٹا مظلوم ہی کو پکڑ لیتی ہے۔

بنو امیہ کے دور میں رد مظالم

امیر معاویہؓ نے پولیس کے صیغے کو بڑی ترقی دی۔ بقول معین الدین ندوی امن و امان کا یہ حال تھا کہ کوئی شخص راستہ کی گری پڑی چیز اٹھانے کی ہمت نہ کر سکتا تھا۔ راتوں کو عورتیں اپنے گھروں میں تنہا دروازے کھول کر سوتی تھیں۔ زیاد والیٔ عراق کا دعوےٰ تھا کہ اگر کوفہ سے خراسان تک رسی کا ایک ٹکڑا بھی ضائع ہو جائے تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ کس نے لیا ہے۔ ایک مرتبہ اسے پتہ چلا کہ کسی گھر کے لوگ پہرہ دے رہے ہیں تو اس نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی کا مال ضائع ہو جائے گا تو میں ذمہ دار ہوں گا۔

قیام امن کے لیے مشتبہ لوگوں کی نگرانی بھی احتیاط ہے۔ امیر معاویہؓ نے دمشق کے تمام بدمعاشوں کے نامؑ درج رجسٹر کرائے۔ زیاد نے جعد بن قیس کو بدمعاشوں کی نگرانی پر مقرر کیا[1]

اللہ تعالیٰ نے تو خود سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کو قرآن کے ذریعے حکم دیا کہ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی مومنوں کے لیے اپنے بازوؤں کو نیچا رکھو۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنا آقا اور نبی تسلیم کرنیوالے کسی سرکاری افسر کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ کسی غریب یا مسکین پر افسری جملائے ورنہ وہ مسلمان کے بجائے منافق کے زمرے میں شامل ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے ابو مسلم خولانی نے امیر معاویہؓ کو السلام علیکم ایھا الاجیر یعنی اسے ملازم السلام علیکم کہہ کر خطاب کیا۔ اور معاویہؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔[2] عدل و انصاف کے قیام اور رعایا کی دادرسی میں امیر معاویہؓ کو اتنا اہتمام تھا کہ وہ دربار میں آنے سے پہلے روزانہ مسجد میں جا کر رعایا کی شکایات سننے کے لیے بیٹھتے۔ ان کے

---

[1] معین الدین ندوی: بنی امیہ، ۲۹۔ اعظم گڑھ۔

[2] تفسیر المنار۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سامنے کمزور، ناتواں، دیہاتی عورتیں، بچے اور لاوارث۔ ہر طبقہ کے لوگ پیش کئے جاتے۔ یہ سب اپنی شکایتیں بیان کرتے اور امیر معاویہؓ اسی وقت تدارک کا حکم دیتے۔

یزید کے دور میں جو سیاسی مظالم ہوئے وہ سب کو معلوم ہیں لیکن عدالتوں کا نظام عام طور سے عادلانہ قائم رہا۔ قاضی شریح جیسے قاضیوں نے عدل کو قائم رکھا۔

عبدالملک کے دور کی سیاسی چپقلش سے قطع نظر دیوان مظالم قائم رہا مسلمانوں نے بڑی بڑی فتوحات کیں۔ سندھ پر حملہ بھی ایک عورت کی فریاد اور مظلوموں کو چھڑانے کے لیے کیا گیا۔ محمد بن قاسم نے سندھ میں وہ مثالی عدل قائم کیا کہ اس کی موت کی خبر سن کر ہندوؤں نے اس کی یاد میں اس کا بت بنایا۔ (فتوح البلدان وغیرہ)

خلیفہ تک عام عورت رسائی حاصل کر سکتی تھی اور اس سے جواب طلب کر سکتی تھی۔ سیوطی ہی نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک عورت نے اس سے کہا کہ اے امیر المومنین میرے بھائی کے ورثہ میں سے مجھے ایک دینار دیا گیا ہے حالانکہ وہ چھ سو دینار نقد ترکہ چھوڑ کر مرا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ تیرے حصہ میں اتنا ہی آتا ہے۔ عبدالملک کو بھی بات سمجھ میں نہ آئی تو اس نے امام شعبی کو بلوایا اور ان سے پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ متوفی کی دو بیٹیوں کے دو ثلث یعنی چار سو۔ ماں کا چھٹا حصہ یعنی ایک سو۔ بیوی کا آٹھواں حصہ یعنی پچھتر اشرفیاں اور بھائیوں کا حصہ چوبیس دینار۔ یہ کل ۵۹۹ ہوئے۔ باقی ایک دینار متوفی کی اس بہن کا حصہ ہے[1] دیکھئے کہ خلیفہ نے اسے کسی ماتحت کے پاس نہیں بھیجا بلکہ خود تحقیقات کی اور اپنا اور اس سائلہ کا اطمینان کیا۔

ابن عائشہ کا بیان ہے کہ عبدالملک کے پاس جب دنیا کے کسی حصے سے کوئی شخص آتا تو اس سے کہتا کہ حسب ذیل چار باتوں سے میرے سامنے پرہیز کرنا اور ان کے علاوہ جو جی چاہے کہنا۔

۱۔ میرے سامنے جھوٹ نہ بولنا کیونکہ جھوٹے کی کوئی قدر و منزلت نہیں کرتا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء، سیوطی، ۲۲۱، مصر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲- میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا کیونکہ میں اپنا حال بخوبی جانتا ہوں اور اپنے ضمیر سے واقف ہوں۔

۳- میرے پوچھے بغیر کوئی جواب نہ دینا کیونکہ بن پوچھے جوابات بیکار ہیں۔

۴- میری رعیت پر مجھے برانگیختہ نہ کرنا کیونکہ ان سے مہربانی کرنے کی مجھے بڑی ضرورت ہے۔[1]

ایک بار خلیفہ عبدالملک قاضی خیر بن نعیم کی عدالت میں اپنے چچازاد بھائی کے خلاف مقدمہ لے کر آیا اور ان کے فرش پر بیٹھ گیا۔ قاضی نے کہا کہ فریق کے ساتھ جا کر کھڑے ہو۔ عبدالملک کو یہ ذلت گوارہ نہ ہوئی اور وہ مقدمہ چھوڑ کر چلا آیا[2] لیکن قاضی نے کوئی پرواہ نہ کی۔

شہر کی فصیل کی بجائے عدل اور انصاف اور بوڑھی عورت کی رہائی

حمص کے عامل نے عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ شہر کی فصیل گر گئی ہے اس کی تعمیر ضروری ہے۔ کیا ارشاد ہے؟ انہوں نے جواب لکھا کہ حمص کو عدل سے آباد کرو۔ راہوں سے ظلم و خوف کا مواد ہٹا دو۔ مٹی۔ اینٹ پتھر کی ضرورت نہیں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی ایسے شخص کو عامل بنایا کہ وہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس سے بہتر کام کرنے والا موجود ہے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے[3] ہسپانیہ کے اموی حکمران منصور کو جب معلوم ہوا کہ نبرہ عیسائی ریاست میں ایک بوڑھی عورت کو لونڈی بنا کر رکھا گیا ہے تو منصور نے پہلے تو محض مطالبہ کیا۔ لیکن جب اثر نہ ہوا تو خود بنرہ پہنچا پھر عیسائی بادشاہ سے اسکو رہا کروایا اور اس گرجا کو گروا دیا جہاں وہ بوڑھی عورت قید تھی۔ اس پر منصور نے خدا کا شکر ادا کیا۔[5]

---

[1] تاریخ الخلفاء ۱۹۱۔

[2] الکندی المصری؛ الولاۃ و کتاب القضاۃ: ۳۶۵ مطبوعہ بیروت سنہ ۱۹۰۸ء

[3] کتاب الاذکیا؛ ابن جوزی۔

[4] نظام الملک طوسی؛ سیاست نامہ: ۲۵۹ (اردو)

[5] رشید اختر ندوی؛ مسلمان حکمران: ۴۳۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصمعی کا بیان ہے کہ کسی نے عبدالملک سے کہا اے امیرالمومنین آپ بہت جلد بوڑھے ہوگئے تو جواب دیا کیوں نہ ہوتا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر جمعہ کو لوگوں کو عقلمندی سکھاتا ہوں محمد بن حرب زیادی کا بیان ہے کہ کسی نے پوچھا اے امیرالمومنین! سب سے اچھا کون ہے؟ جواب دیا جو عزت ہونے کے باوجود عاجزی کرے اور قدرت رکھنے پر زہد و تقویٰ کرے اور طاقت کی موجودگی میں انصاف سے کام لے۔ اس نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے خوف زدہ رہنا۔ تفرقہ بازی اور اختلاف سے دور رہنا۔ ولید نے موت کے وقت کہا کہ کارہائے خلافت کو خوف خدا سے انجام دینا۔ سیاسی مظالم سے قطع نظر بنو امیہ نے عدل و انصاف کو قائم رکھا۔ دیوان مظالم میں انصاف سے کام لیا۔ رعایا کو خوش رکھا۔ اسلام کی ہر طرح خدمت کی عوام میں انصاف کو قائم کیا۔ [1]

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو انہوں نے عدل و انصاف اور رد مظالم میں حضرت عمرؓ کے دور کی یاد تازہ کردی۔ انہوں نے بنو امیہ کے تمام امراء سے جاگیریں چھین لیں خود اپنی بھی جاگیر واپس کردی۔ ان کی بیوی کو اس کے باپ عبدالملک نے ایک بیش قیمت پتھر دیا تھا۔ آپ نے بیوی سے کہا کہ اسے بیت المال میں داخل کردو ورنہ مجھے چھوڑنے کو تیار ہو جاؤ۔ اطاعت شعار بیوی نے اسی وقت وہ پتھر بیت المال میں داخل کر دیا۔ [2]

پھر یہ کہ سابق حکومتوں نے اگر رعایا میں سے کسی سے کوئی چیز ناجائز طور پر حاصل کرلی تھی وہ ان کے مالکان کو واپس کردی گئی۔ اس کے لیے کوئی خاص ثبوت طلب نہیں کئے جاتے تھے۔ عراق کے بیت المال سے اس قدر مال لوگوں کو واپس دیا گیا۔ کہ وہاں کا خزانہ خالی ہوگیا اور آپ کو شام سے مال وہاں بھیجنا پڑا۔

ابو زناد فرماتے ہیں؛

---

[1] بنو امیہ، شاہ معین الدین، ۳۶، ۳۷ بحوالہ مروج الذہب، مسعودی، ۴: ۴۲۳۔

[2] سیرت عبدالعزیز: ابن جوزی، ۱۱۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كتب الينا عمر بن عبد العزيز بالعراق فى رد المظالم الى اهلها فرددناها حتى انفذنا ما فى بيت مال العراق، وحتى حمل الينا عمر المال من الشام ؎۱

حضرت عمر بن عبد العزیز نے امیر معاویہ اور یزید کے دور سے لے کر اپنے خلیفہ ہونے تک ہوتے والے تمام مظالم کا تدارک کیا۔ ابن سعد کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

مازال عمر بن عبد العزیز یرد المظالم من لدن معاویه الى ان استخلف اخرج من ایدی ورثة معاویه ویزید بن معاویه حقوقاً ؎۲

حضرت عمرؓ نے حجاج کے پورے خاندان کو یمن کی طرف جلا وطن کر دیا اور وہاں کے عامل کو لکھا کہ میں تمہارے پاس آل عقیل کو بھیج رہا ہوں جو عرب میں بدترین خاندان ہے اس کو اپنی حکومت کے بدترین علاقوں میں ادھر ادھر منتشر کر دو جو لوگ حجاج کے ہم قبیلہ یا اس کی ماتحتی میں کام کر چکے تھے ان کو ہر قسم کے ملکی حقوق سے محروم کر دیا ؎۳

امام غزالی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک شخص کو عامل بنایا پھر سنا کہ وہ حجاج بن یوسف کا عامل رہا ہے۔ آپ نے اس کو معزول کر دیا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے تو اس کے عہد میں تھوڑے سے دن کام کیا تھا آپ نے فرمایا کہ ایک روز خواہ اس سے کم بھی حجاج کے پاس رہنا نحوست اور شرارت کے لیے کافی ہے ؎۴

ایک اموی جرنیل قتیبہ نے سمرقند پر قبضہ کیا تھا۔ سمرقند والوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو شکایت بھیجی کہ اس نے ہمارے شہروں پر دھوکے سے قبضہ کیا۔ شکایت

؎۱ طبقات ابن سعدی ۵: ۲۴۲۔

؎۲ محولہ بالا ۲۴۲۔

؎۳ تابعین شاہ معین الدین ۲: ۳۲۲۔ ابن عبدالحکم، سیرت عمر بن عبد العزیز ۲: ۱۲۴ وغیرہ وغیرہ

؎۴ احیاء العلوم اردو ترجمہ ۲: ۱۷۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سننے کے بعد آپ نے سلیمان کو لکھا کہ جب تم کو میرا خط ملے تو فوراً ان کے فیصلے کے لیے قاضی مقرر کر دو۔ تا کہ وہ ان کی شکایتیں سنے اگر وہ حق پر ہوں تو انہیں ان کے فوجی قیامگاہ میں چلے جانے کی اجازت دیدینا تاکہ وہی حالت پیدا ہو جائے جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان قتیبہ کے فتح پانے سے پہلے تھی۔ سلیمان نے قاضی ناجی کے سامنے مقدمہ پیش کیا۔ قاضی نے فیصلہ دیا کہ تمام عرب سمرقند خالی کر دیں اور باہر فوجی پڑاؤ ڈالیں۔ اس کے بعد برابر کا مقابلہ ہو۔ پھر ان میں چاہے صلح ہو جائے یا بزور شمشیر فتح ہو جائے۔ گویا فوجی فتح اور قبضہ کو کالعدم قرار دیتے ہوئے عربوں کو سمرقند سے نکل جانے کا حکم دیدیا۔ لیکن یہ انصاف دیکھ کر اور یہ سوچ کر کہ جنگ ہوئی تو ممکن ہے کہ عربوں ہی کو فتح ہو جائے تو انہوں نے اپنی موجودہ حالت برقرار رکھنے کو ترجیح دی۔[1] خدا اور اس کے رسولؐ کا قانون، جنگ ہو یا صلح، ہر حال میں سربلند رہے گا۔ اس کے سامنے نہ کسی جرنیل کی کوئی حقیقت ہے نہ بادشاہ کی۔ نہ پیر کی نہ فقیر کی۔

مصر سے ایک قبطی عورت نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو خط لکھا کہ میرے گھر کی دیوار نیچی ہے اور محلہ والے میری مرغیاں چرا کر لے جاتے ہیں۔ خط ملتے ہی آپ نے گورنر کو لکھا کہ فوراً جا کر اپنی نگرانی میں اس کی دیوار اونچی کرا دو۔

نافع کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمر کو کہتے سنا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ حضرت عمرؓ کی اولاد میں وہ کون ہے جو روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔[2] تاریخ نے ثابت کر دیا کہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز ہی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو حکومت دیوان مظالم کو اسلامی خطوط پر چلانا چاہتی ہے اس کے لیے آپ کی ڈھائی سالہ حکومت بہترین نمونہ ہے۔

جراح بن عبد اللہ نے عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ خراسان کے عوام بہت خراب ہیں انہیں تلوار اور کوڑے کے سوا کوئی چیز درست نہیں کر سکتی۔ پس اگر امیر المومنین اجازت

---

[1] تاریخ طبری، ۶: ۵۶۸۔

[2] محولہ بالا، ۵۶۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیں تو میں سختی سے کام لوں۔ جواب میں انہوں نے لکھا کہ تم نے خط میں جھوٹ لکھا ہے۔ بلکہ صرف انصاف اور حق پرستی ہی ان کو درست کر سکتی ہے۔ پس اسی کو عام کرو۔ والسلام[1]

حضرت عمر بن عبد العزیز نے کوفہ کے عامل عبد الحمید کو لکھا کہ کوفہ والوں پر پہلے عمال زیادتی کرتے رہے ہیں حالانکہ دین کی اساس عدل اور اچھے سلوک پر ہے۔ پس سب سے پہلے تم اپنے نفس کی روک تھام کرو۔ کیونکہ یہ کوئی چھوٹا موٹا گناہ نہیں ہے۔ ویران زمین کا خراج آباد زمین سے نہ لو۔ زمین کی طاقت سے زیادہ خراج وصول نہ کرو۔ زمین کی حالت بہتر کراؤ پھر اس کے بعد خراج لو۔ لیکن ساتویں حصے سے زیادہ نہ لو۔ وہ بھی نرمی اور دلجوئی سے تاکہ کاشتکار خوش رہیں۔ خراج تشخیص کرنے والوں کی تنخواہیں رعایا سے وصول نہ کرنا۔ نہ نوروز اور مہرجان کا تحفہ لینا۔ نہ خطوط اور رپٹ رسانیکی اجرت۔ نہ بیت المال کے ملکیتی مکانوں کا کرایہ وصول کرنا نہ قرآن کریم کی قیمتیں نہ نکاح خوانی کا معاوضہ وصول کرنا۔ جو زمیندار مسلمان ہو جائے اس سے خراج نہ لینا (ولا خراج علی من أسلم من اهل الارض) جو حج کا ارادہ کرے اس کی سو دینار سے مدد کرنا۔ والسلام[2]

حضرت عمر بن عبد العزیز نے احکام صادر کر دیے تھے کہ اگر حکومت سابقہ نے کسی کی زمین اس کی مرضی کے بغیر لی ہے (جبری سرکاری قبضہ وغیرہ) تو اسے فوراً معمولی پڑتال کے بعد واپس کر دیا جائے۔ اس پر عمل ہوا۔ لیکن ایک شخص خلیفہ کو راستے میں ملا کہ عدی بن ارطاۃ نے میری زمین سرکار سے واپس نہیں دلوائی۔ خلیفہ بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ ہم اس کی کالی پگڑی کے دھوکے میں آ گئے۔ فوراً اس کی زمین کی واپسی کے احکام صادر کر دیئے۔ پھر اس سے پوچھا کہ تم کو یہاں تک آنے میں کتنا خرچ کرنا پڑا۔ اس نے کہا کہ اس کا کیا پوچھتے ہو۔ میری زمین جو ایک لاکھ کی تھی مجھے واپس مل گئی یہ کیا کم ہے؟ خلیفہ نے کہا کہ وہ تو تم کو تمہارا حق ملا ہے۔ بتاؤ سفر کا خرچہ کتنا ہے۔ اس نے بتایا کہ ۶۰ درہم خرچہ کا اندازہ ہے

---

[1] تاریخ الخلفاء، سیوطی: ۲۴۲۔

[2] تاریخ طبری، ۶: ۵۶۹ (ذکر بعض سیرۃ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ نے فوراً بیت المال سے ۶۰ درہم دلوا دیئے۔ جب وہ درہم لے کر واپس ہوا تو آپ نے آواز دے کر اسے بلایا اور اس کو مزید پانچ درہم دیئے اور کہا کہ یہ میرے مال میں سے ہیں جب تک تم اپنے گھر والوں میں پہنچو تو انکا گوشت کھانا۔ [1]

گویا انہوں نے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ پر پورا عمل کیا۔ عدل تو بیت المال سے دلوایا اور احسان اپنی جیب سے کیا۔ اللہ اللہ کیا زمانہ تھا۔ کیا کوئی جمہوری حاکم بھی ایک دیہاتی سے ایسا سلوک کر سکتا ہے۔ یہ مت بھولئے کہ عمر بن عبد العزیز اس وقت روئے زمین کے سب سے بڑے حکمران تھے جن کی مملکت سپین سے ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ خود ان کے عامل کیسے تھے سنئے۔ آپ کے ایک بیٹے کے کپڑے پھٹ چکے تھے جن کو پہن کر وہ مکتب جاتا تھا۔ اس کے ہم سبق اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ بیٹے نے باپ سے نئے کپڑوں کا مطالبہ کیا۔ باپ نے مجبوراً خازن سے ایک ماہ کی پیشگی تنخواہ طلب کی۔ جواب میں خازن نے لکھا کہ جب تک آپ ہمیں حکم دیتے رہیں گے ہم آپ کی اطاعت کرتے رہیں گے لیکن جب آپ ہمیں ظلم وجور کا حکم دیں گے تو ہم نہیں مانیں گے (فاذا امرتمونا بالجور فانا لا نعمل لکم) اب جواب یہ ہے کہ آپ مجھے ضمانت دیں کہ مہینہ ختم ہونے تک زندہ رہیں گے تو میں دینے کو تیار ہوں۔ اس پر آپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا ان ہی پھٹے پرانے کپڑوں میں مکتب جاؤ۔ لڑکے مذاق اڑاتے ہیں تو یاد رکھو کہ تمہارا باپ تمہیں نئے کپڑے دینے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ فقہاء نے اس سے استدلال کیا کہ پیشگی نہ لینا اولیٰ ہے لیکن شدید ضرورت میں ہرج نہیں [2]

اسی وجہ سے سلطان صلاح الدین نے کہا یہ مت گمان کرو کہ میں نے ملکوں پر تمہاری تلواروں کے ذریعے قبضہ کیا ہے بلکہ میرا قبضہ فاضل قاضی کے قلم کی بنیاد ہے۔

---

[1] عبد اللہ بن عبد الحکم، سیرت عمر بن عبد العزیز ۱۴۶، ۱۴۷/ مطبوعہ بیروت

[2] محمد اسحاق بھٹی، برصغیر پاک وہند میں فقہ ۵۵ بحوالہ فتاویٰ غیاثیہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لا تظنوا انی ملکت البلاد لبسیوفکم بل لقلم القاضی الفاضل[1]

حقیقت یہ ہے کہ قرون وسطیٰ میں حکومت کی اپنی بقاء کے لیے عدل کا قیام ضروری تھا۔ اس دور میں محض عسکری قوت سے حکومت نہیں کی جا سکتی تھی کیونکہ ہتھیار عام ہوا کرتے تھے اور ان پر پابندی نہیں ہوتی تھی اس لیے عوام کی خوشنودی استحکام حکومت کے لیے ضروری ہوتی تھی ورنہ مسلح عوام بغاوت کر سکتے تھے۔ اس دور میں ہر ملک کے عوام قبائلی علاقے کی طرح جنگ جو ہوتے تھے۔

ہشام اموی اور رد مظالم

اموی حکومت میں بیت المال میں بدعنوانیاں ہوئیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کی اصلاح کی لیکن پھر تقریباً وہی صورت حال پیدا ہو گئی۔ ہشام اموی نے اس کا پورا انسداد کیا اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جب تک شہادتوں سے اس کا پورا یقین نہ ہو جائے کہ محاصل میں ناجائز آمدنی کا کوئی حصہ شامل نہیں ہے اس وقت تک اس کو بیت المال میں داخل نہ کیا جائے۔ چنانچہ پچیس شہادتوں کے بعد آمدنی داخل کی جاتی تھی۔

یہ تو مالی سلسلہ میں مظالم کی پیش بندی کا حال تھا۔ لیکن عدالتوں میں بھی عدل قائم تھا۔ ایک مرتبہ ایک نصرانی نے ہشام کے لڑکے محمد کے غلام کو کسی بات پر مارا وہ زخمی ہو گیا۔ محمد کے خواجہ سرا نے اس کے بدلہ میں نصرانی کو مارا۔ ہشام کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً خواجہ سرا کو طلب کیا۔ اس نے محمد کے دامن میں پناہ لی۔ لیکن ہشام کی سزا سے نہ بچ سکا۔ اس نے اسے سزا دی اور اپنے لڑکے کو تنبیہہ کی۔

اس دور کے اموی خلفاء میں بھی ایسے نرم خو لوگ تھے، اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے

---

[1] القضاء والقضاۃ: محمد شہیر ارسلان: ۱۸۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہشام کو ایک شخص کہتے سنا کہ اس امر میں کیا مضائقہ ہے کہ تم اپنے خلیفہ کی بات مان لو۔[۱]

یہاں ایسے کثیر واقعات کی گنجائش نہیں اس لیے اس کے دور کا آخری واقعہ لکھتے ہیں جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ جدید دور کے جمہوری سیاست دانوں اور قدیم دور کے مسلمان حکمرانوں میں کیا فرق ہے۔

خالد بن صفوان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک کے ہاں مہمان ہوا۔ ہوا۔ اس نے مجھے کہا کہ صفوان کوئی قصہ سناؤ۔ میں نے کہا کہ ایک بادشاہ عراق کی قدیم شاہی عمارت کی سیر و سیاحت کے لیے روانہ ہوا یہ بادشاہ بڑا عالم اور کئی ملکوں پر قابض تھا۔ اس نے مصاحبوں سے پوچھا بتاؤ کہ جتنی دولت میرے پاس ہے اتنی کسی دوسرے کے پاس بھی دیکھی یا سنی۔ ایک بوڑھے دانشمند نے اجازت لے کر بادشاہ سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس جو دولت ہے اس میں کمی نہیں ہوئی اور کیا یہ ورثے میں نہیں ملی اور کیا یہ دوسروں تک نہیں پہنچے گی۔ شاہ نے کہا بالکل درست ہے۔ اس پر بوڑھے نے کہا کہ ان کھوٹے سکوں نے تم میں غرور پیدا کر دیا ہے۔ تمہاری دولت کا اکثر حصہ میراث میں چلا جائے گا پھر ہر شے کی بابت تم سے روز محشر حساب کتاب ہوگا۔ اس پر شاہ نے کہا کہ افسوس صد افسوس کہاں بھاگ جاؤں۔ بادشاہ لرزاں و ترساں تھا کہ بوڑھے نے پھر کہا کہ اگر بادشاہت منظور ہے تو اللہ کی اطاعت پر کمر بستہ ہونا ضروری ہے اور ظاہر و باطن میں یکسانیت لازم ہے۔ اگر بادشاہت سے جی بھر گیا ہے تو تاج شاہی اتار دو۔ پرانے کپڑے پہن لو۔ اور عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔

---

[۱] اس طرح کی گفتگو تو جمہوری دور کا چھوٹا سرکاری افسر یا پٹواری بھی کسر شان سمجھتا ہے جمہوری دور کے حکام رد مظالم کیا کرینگے یہ تو خود سب سے بڑے ظالم اور ظالموں کے پشت پناہ ہوتے ہیں رسہ گیروں اور جواریوں کی پشت پناہی پولیس کرتی ہے پاکستان بننے کے چند سال بعد محض قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے مطالبے اس نظام کو مغربی جمہوریت کے نظام سے کیا نسبت جس میں ہر ملازم فرعون بن جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس پر بادشاہ نے کہا کہ آج رات غور کروں گا۔ صبح تم کو اطلاع دوں گا۔ چنانچہ اگلے روز اس شاہ نے بوڑھے کا دروازہ کھٹکھٹا کر کہا میں نے بادشاہت کو لات ماری۔ پہاڑ اور میدان بے آب و گیاہ کی ٹھانی ہے اور شاہی پوشاک کی جگہ گوڈری پہنی ہے۔ اگر تم میرے ساتھ رہو تو مناسب ہے۔ چنانچہ اس بوڑھے اور بادشاہ نے پہاڑوں میں بسیرا بنایا اور وہیں انتقال کیا۔

یہ قصہ سن کر ہشام بن عبد الملک نے اتنی گریہ وزاری کی کہ آنسوؤں سے داڑھی بھیگ گئی۔ پھر ہشام بن عبد الملک نے بیٹوں کو بلا کر سب کچھ ان کے حوالے کیا اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔ اس پر ارا کین حکومت نے خالد بن صفوان سے کہا کہ تم نے امیر المومنین پر کونسا جادو کر دیا ہے کہ سب عیش و آرام انہوں نے ترک کر دیا ہے۔ خالد نے جواب دیا کہ آپ لوگ مجھے معذور سمجھیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اقرار کیا ہے کہ جب کسی بادشاہ تک رسائی ہوگی تو اسے لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کی یاد دلاؤں گا۔[1]

عباسی دور میں ردِ مظالم

سلطنت عباسیہ کو منصور نے مستحکم کیا۔ اس کا قول تھا کہ خلیفہ کو صرف تقویٰ درست رکھ سکتا ہے وہ کہا کرتا تھا کہ چار ارکان کے بغیر حکومت نہیں چل سکتی۔

۱۔ قاضی جو بغیر خوف لومتہ لائم کے انصاف کرے۔

۲۔ پولیس جو قوی کے مقابلہ میں کمزور سے انصاف کرے۔

۳۔ تحصیلدار جو رعایا پر ظلم کے بغیر خراج پورا وصول کرے۔

۴۔ پرچہ نگار جو ان لوگوں کی صحیح اطلاع دیتا رہے۔[2]

اس نے لوگوں کو عام آزادی دے رکھی تھی کہ جب کسی کو حاکم سے کوئی تکلیف پہنچے تو

---

[1] تاریخ الخلفاء ۱۹۰، ۲۴۴ مطبوعہ مصر۔

[2] طبری تاریخ ۶، ۸: ۶۷ مطبوعہ دار المعارف۔ ایک مرتبہ اسے اطلاع ملی کہ حضر موت کا والی شکار کا شوقین ہے۔ خلیفہ نے فوراً لکھا کہ مسلمانوں کی خدمت کے بجائے شکار کھیلتا ہے۔ پھر معزول کر دیا۔ ص ۶۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ بلا روک ٹوک خلیفہ سے اس کی شکایت کر سکتا ہے پس اس طرح کے بہت سے ردمظالم کے واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے ایک عامل کی شکایت کی منصور نے جواب دیا کہ اگر تمہارا بیان صحیح ہے تو میں تم کو اجازت دیتا ہوں اس عامل کو باندھ کر میرے پاس لے آؤ۔ طبری نے اسی قسم کے متعدد واقعات لکھے ہیں۔

ایک مرتبہ خلیفہ نے قلیوں سے سامان اٹھوایا لیکن پیسے کچھ کم دیئے۔ کہتے ہیں کہ منصور میں بخل تھا۔ مزدور فوراً قاضی کے پاس جا پہنچے۔ قاضی نے عدالت میں خلیفہ کو طلب کر لیا۔ خلیفہ اپنے وزیر ربیع کے ہمراہ عدالت میں حاضر ہو گیا۔ لیکن قاضی ان کے لیے کھڑا نہ ہوا اور نہ ان کے آنے کی پرواہ کی بلکہ چادر اپنے گرد لپیٹ لی۔ پھر خصمین کی حاضری کا حکم دیا۔ بیانات سن کر خلیفہ کے خلاف ڈگری دیدی۔ خلیفہ یہ انصاف دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ خدا تم کو جزا دے۔ قاضی کو دس ہزار دینار انعام دیئے جانے کا اعلان کیا۔[1]

بقول یعقوبی مہدی نے خلیفہ بننے کے بعد تمام باغی قیدیوں کو رہا کر دیا اور جن کی جائیدادیں ضبط کی گئی تھی وہ سب واگذار کر دیں۔ جو علوی قید تھے ان سب کو بھی رہا کر کے وظائف مقرر کر دیئے۔ ایک مرتبہ آخری اموی خلیفہ کی بیوی مزنہ پھٹے پرانے کپڑوں میں مہدی کی بیوی کے پاس آئی۔ بلکہ خیزران نے اسے ایک لونڈی کے سپرد کیا کہ اس کو کپڑے بدلا دے جب مہدی آیا تو اس نے لونڈی سے پوچھا کہ دیکھو مزنہ کیا کر رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ رو رو کر یہ آیت تلاوت کر رہی ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً الخ (النحل ۱۱۲) یعنی اللہ نے ایسی بستی کی مثال بیان کی جو امن و چین سے رہتی تھی۔ اس کے پاس ہر جگہ سے فراغت سے رزق آتا تھا۔ پس اس نے اللہ کی نعمتوں کے ساتھ کفر کیا۔ اس کی سزا میں اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس چکھایا۔

یہ سن کر مہدی زار زار رونے لگا اور اللہ سے پناہ مانگنے لگا اور خیزران سے کہا کہ اگر تم مزنہ سے شرافت سے پیش نہ آئی ہوتیں تو میں تم سے کبھی نہ بولتا۔ پھر اس کو بلایا اور

---

[1] شیر ارسلان، القضاء والقضاۃ، ۱۹۲، ۱۹۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر مزنہ سے کہا کہ اسے بنت عم اگر میں تمہارے خاندان میں شادی کرنا پسند کرتا تو ضرور تم سے شادی کر لیتا۔ لیکن ایسا ممکن نہیں اس لیے تم مجھ سے پردہ کرو۔ اپنی بہنوں کے ساتھ (عباسی خواتین) محل میں رہو۔ جو سلوک ان سے کیا جاتا ہے وہی تم سے کیا جائے گا۔ اس میں اور شاہی خاندان کی خواتین میں کوئی فرق نہ کیا جاتا۔ انہی کے برابر اس کو جاگیر بھی دی گئی۔ مزنہ نے راحت اور عزت سے پوری عمر محل میں گذاری اور ہارون الرشید کے زمانے میں انتقال کیا۔[1]

بیوی کی عیادت پر دیوان مظالم کو ترجیح ایک مرتبہ ملکہ خیزران بیمار ہوئی اور خلیفہ اس کی عیادت کو چلا۔ راستے میں عمر بن بزیع نے عرض کی کہ اس سے زیادہ ضروری فرض موجود ہے پہلے ادھر چلئے پوچھا کیا؟ عمر نے کہا کہ آپ نے تین روز سے مظالم کی سماعت نہیں فرمائی۔ اس عیادت سے یہ زیادہ ضروری ہے۔ ہادی نے اپنے جلو میں چلنے والی جماعت کو اشارہ کیا کہ دربار عام کی طرف چلو۔ اور اپنے ایک خدمت گار کو خیزران کے پاس اپنے اس وقت نہ پہنچ سکنے پر معذرت کے لیے بھیج دیا۔ اسے ہدایت کی کہ کہہ دینا کہ عمر بن بزیع نے ہمیں متنبہ کیا کہ اللہ کے حق کی ادائیگی ہم پر تمہارے حق کی ادائیگی سے زیادہ ضروری ہے اس وجہ سے ہم آج تمہارے پاس نہ آسکے۔ انشاء اللہ کل صبح عیادت کو آئیں گے۔[2]

ہارون رشید شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں ہارونی دور میں رعایا مرفہ الحال اور فارغ البال تھی۔ خلیفہ کو رعایا کی صلاح و فلاح کی اتنی فکر رہتی تھی کہ وہ بہ نفس نفیس حالات کی جستجو کرتا تھا۔ اس کی جستجو کے واقعات نے افسانے کی شکل اختیار کر لی ہے لیکن افسانے حقیقت سے خالی نہیں۔ قاضی ابو یوسفؒ نے اس کے لیے کتاب الخراج لکھی اور اسی کتاب کو حکومت نے اپنا لائحہ عمل بنایا۔ پھر اس کا

---

[1] تاریخ طبری ۸: ۲۱۵ مطبوعہ دار المعارف مصر۔

[2] محولہ بالا صفحہ ۲۱۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دور عدل و انصاف اور خوشحالی کا سنہری دور بن گیا۔ وہ خود سو رکعات نفل روزانہ پڑھتا اور اپنی جیب سے ہزار درہم روز خیرات کرتا۔ اپنے ساتھ سو علماء کو حج پر لے جاتا جہاد کے حق میں حدیث سن کر اس نے معمول بنا لیا تھا کہ ایک سال حج کرتا اور ایک سال جہاد میں شریک ہوتا۔ خشیت الٰہی سے اس کی پلکوں پر آنسو رکھے رہتے۔ اس کے زمانے میں تین آدمی سب سے زیادہ رقیق القلب تھے جن میں سے ایک ہارون خود تھا[۵]۔ ہارون رشید اور قاضی ابو یوسف کے رد مظالم کے واقعات اتنے مشہور ہیں کہ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مامون رشید

شبلی لکھتے ہیں کہ دولت عباسیہ کے امن و انتظام۔ ترقی اور وسعت کے فسانے جو روز ہم سنتے رہتے ہیں سچ پوچھیئے تو ہارون و مامون کے ہی عہد حکومت نے اس خاندان کو یہ عام ناموری دی۔ تجارتیں تمام آزاد تھیں۔ نئے نئے شہر آباد کیے گئے۔ مامون خود سلطنت کے بڑے بڑے اضلاع کا دورہ کرتا جب مامون نے مصر کے علاقوں کا دورہ شروع کیا تو ہر گاؤں میں کم از کم ایک رات دن ٹھہرا۔ ایک گاؤں میں نہ ٹھہرا تو گاؤں کی مالک جو ایک بڑھیا تھی اس نے شکایت کی تو اس کا مہمان ہوا۔ دعوت کے بعد اس نے دس تھیلی اشرفیاں ایک ہی سکہ کی نذر کیں۔ مامون نے کہا کہ یہ تکلیف کیوں کی جس کا قبول کرنا میری فیاضی کے خلاف ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ سونا تو ہمارے گاؤں کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے ہم لوگوں میں اس کی کچھ قدر نہیں۔ ملک کے ہر حصے میں معذور۔ محتاج۔ بیوہ۔ یتیم سب کے روزینے مقرر تھے۔ یہ بات سلطنت کے قوانین میں داخل تھی کہ فقر و فاقہ کے شاکی کو اس مقام کا حاکم یا کام دے یا بیت المال سے وظیفہ مقرر کرے۔

اس کو ایک ایک جزئی واقعہ اور عام حالات کی اطلاع کا کچھ ایسا عشق ہو گیا کہ سن کر تعجب ہوتا ہے۔ سترہ سو بوڑھی عورتیں مقرر تھیں جو تمام دن شہر میں پھرتی تھیں اور شہر کا کچا چٹھا اس کو پہنچاتی تھیں۔ لیکن مامون کے سوا کسی کو ان کے نام و نشان سے اطلاع نہ تھی۔ مزید ہر صیغہ پر جداگانہ خفیہ نویس اور واقعہ نگار مقرر تھے اور ملک

---

[۵] تاریخ بنی عباس، معین الدین، ۱: ۱۱۸-۱۲۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا کوئی واقعہ اس سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس قسم کی کاوش کا جو عام اثر ہوتا ہے یعنی ہر شہر سے بدگمان ہو جانا اور عوام کی آزادی سے تعرض کرنا تو مامون اس سے بالکل بری تھا۔ اس کی تاریخ زندگی کا ایک ایک حرف پڑھ ڈالو۔ ایک واقعہ بھی ایسا نہیں مل سکتا جس سے اس کی کارروائی پر حرف آسکے۔ بخلاف اس کے اس محکمہ نے رعایا کے حق میں عجیب عجیب فیاضیاں دکھائیں۔ ایک بار ایک شخص نے عرضی دی کہ بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر ہو جائے۔ مامون نے بلا کر پوچھا کہ کتنے بچے ہیں۔ اس نے بڑھا کر تعداد بتائی۔ چونکہ مامون ایک ایک جزئی واقعہ کی خبر رکھتا اسکا جھوٹ نہ چل سکا دوسری بار اس نے پھر عرضی لکھی اور تعداد صحیح بیان کی اب مامون نے عرضی پر لکھ دیا کہ روزینہ مقرر کر دیا جائے۔

اتوار کے دن ہمیشہ صبح سے ظہر تک دربارِ عام کرتا تھا۔ جس میں خاص و عام کسی کے لیے روک ٹوک نہ تھی اور جہاں پہنچ کر ایک کمزور مزدور کو اپنے حقوق میں خاندان شاہی کے ساتھ ہمسری کا دعوےٰ ہوتا تھا۔ ایک دن ایک بڑھیا نے اس کے بیٹے کے خلاف زبانی شکایت پیش کی۔ مامون نے دونوں کو ساتھ بٹھا کر بیانات لئے۔ شہزادہ رک رک کر گفتگو کرتا تھا اور بڑھیا کی آواز بیباکی کے ساتھ بلند ہوتی جاتی تھی۔ وزیر اعظم نے روکا کہ خلیفہ کے سامنے چلا کر گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ لیکن مامون نے کہا کہ جس طرح آزادی سے کہتی ہے کہنے دو۔ سچائی نے اس کی زبان تیز کر دی ہے اور عباس کو گونگا کر دیا ہے آخر شہزادہ کے خلاف فیصلہ سنا دیا گیا۔

مامون کی آزاد پسندی نے اس کے عمال کو بھی اصول انصاف پسندی میں نہایت بیباک کر دیا تھا۔ ایک بار خود مامون پر ایک شخص نے تیس ہزار کا دعوےٰ کیا۔ جس کی جواب دہی کے لیے اس کو دارالقضا میں حاضر ہونا پڑا۔ خدام نے قالین لا کر بچھایا۔ کہ خلیفہ اس پر تشریف فرما ہوں لیکن قاضی القضاۃ نے مامون سے کہا یہاں آپ اور مدعی دونوں برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔ مامون نے برا نہ منایا بلکہ قاضی القضاۃ کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا۔ مامون کی فیاضانہ زندگی پر اگر کچھ نکتہ چینی ہو سکتی ہے تو یہ کہ اس کا رحم و انصاف اعتدال کی حد سے بڑھ گیا تھا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اس نے اپنے ذاتی حقوق کو بالکل نظرانداز کر دیا۔ بدزبان شعرا اس کی ہجو میں لکھتے تھے۔ خود اس کے خدام گستاخیاں کرتے تھے لیکن اس کو مطلق پروا ہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہوتی تھی۔[1] (المامون شبلی: ۹۳ تا ۹۶ مطبوعہ دہلی)

مختلف وقتوں میں وزراء ۔ خاندان خلافت ۔ حکام اور عمال کی شکایت میں دادخواہوں نے جو عرضیاں دی ہیں ۔ اور مامون نے ان پر اپنے خاص لفظوں میں احکام لکھے ہیں ان میں سے چند اس موقع پر ہم نقل کرتے ہیں ۔ عرضیوں کی عبارت سے چنداں ہم کو غرض نہیں صرف یہ بتادیں گے ۔ کہ کس کی نسبت تھی ۔ لیکن جو احکام ہیں وہ مامون کے خاص الفاظ ہیں ۔ جن کا ترجمہ کر دیا گیا ہے ۔

عرضیاں	مامون کی تحریر
ابن ہشام کی نسبت	شریف کی یہ پہچان ہے کہ اپنے سے بڑے کو دبائے اور چھوٹے سے خود دب جائے تم کس میں ہو ۔
ہشام کی نسبت	جس وقت تک ایک شخص بھی میرے دروازے پر تیرا شاکی موجود ہوگا تجھ کو میرے دربار میں رسائی نہ ہوگی ۔

عرضیاں	مامون کی تحریر
ابو عباد کی نسبت	اے ابو عباد حق اور باطل میں کچھ رشتہ نہیں ہے ۔
ابو عیسیٰ کی جو مامون کا بھائی تھا	فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یعنے جب نفخ صور ہوگا تو نسب جاتے رہیں گے ۔
حمید طوسی کی نسبت	اے حمید تقرب درگاہ پر نہ پھولنا ۔ حق میں تو اور کمینہ غلام دونوں برابر ہیں ۔
ابن الفضل طوسی کی نسبت	تیرا بے تمیز اور درشت خو ہونا تو میں نے گوارا کر لیا لیکن رعایا پر ظلم کرنا ہرگز نہیں برداشت کر سکتا ہوں ۔
عمرو بن مسعدہ کی نسبت	اے عمرو اپنی دولت کو عدل سے آباد کر ظلم تو اس کا ڈھا دینے والا ہے ۔

[1] اللہ اللہ! کیا دور تھا کہ عوام خلیفہ کے حقوق کو غصب کرتے تھے یعنی خلیفہ نے اپنے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک مرتبہ اہل کوفہ اپنے عامل کی شکایت لے کر آئے ۔ مامون نے کہا کہ میرے خیال میں تو وہ بہت عادل ہے ۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ پھر تو یہ ضروری ہو گیا کہ آپ تمام شہروں کو اس کے عدل کا حصہ دار بنا دیں لیکن ہم کو اس کے عدل سے تین سال سے زیادہ نہ نوازا جائے ۔ مامون یہ سن کر ہنس پڑا اور اس کو بدل دینے کا حکم صادر فرمایا ۔[۱]

امیر القوم خادمہم یعنی قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے اس کی روایت مامون نے کی اور اس پر اس کا عمل بھی تھا جیسا کہ شبلی نے واقعہ لکھا ہے ۔ اسے یا اس کے مہمان کو رات کو پیاس لگتی تو خود پانی پلا دیتا ۔ ملازم کو تکلیف نہ دیتا تھا ۔

اس کے دور میں عوام کی آزادی اور جرأت دیکھ کر حیرت ہوتی ہے ۔ ایک مرتبہ وہ دجلہ کے کنارے بیٹھا تھا سامنے قنات کھینچی ہوئی تھی کہ ایک کسان ادھر سے گزرا ۔ یہ اہتمام دیکھ کر بلند آواز سے چلایا کہ مامون اپنے بھائی کو قتل کر کے ہم لوگوں کی نگاہوں میں کبھی معزز نہیں ہو سکتا ۔ یہ سن کر مامون مسکرا دیا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا کہ تم لوگ کوئی ایسی تدبیر بتا سکتے ہو کہ میں اس جلیل القدر آدمی کی نگاہ میں معزز بن سکوں ۔ اس واقعہ سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ایک دیہاتی کاشتکار بھی خلیفہ پر گرفت کر سکتا تھا اور اس کی عدالت میں بڑے سے بڑے کے خلاف شکایت کر کے اپنا حق حاصل کر سکتا تھا ۔

<u>خلیفہ معتصم</u> | ایک بار رومیوں نے مسلمانوں کے علاقہ پر حملہ کیا اور کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا جن میں ایک عورت بھی تھی جس نے "معتصم کی دہائی دی اور فریاد کی ۔ معتصم کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ تخت پر بیٹھا تھا ۔ وہیں سے بولا : میں حاضر ہوا ۔ میں حاضر ہوا ۔ (لبیک ۔ لبیک)

(بقیہ حاشیہ) حقوق تو نظر انداز کر دیئے تھے لیکن عوام کو پورے حقوق گرفت حاصل تھے ۔ ایک آج کا جمہوری دور ہے کہ پارلیمنٹ کے ممبر بھی سپیکر کے بغیر اجازت سوال نہیں کر سکتے ۔ حال ہی میں ایک ممبر نے احتجاج میں اپنے کپڑے اتار ڈالے تب سپیکر نے کہیں جا کر اس کو بولنے کی اجازت دی ۔ یہ بھارت کا واقعہ ہے ۔

[۱] کتاب الاذکیاء ۔ ابن جوزی ۔

[۲] معین الدین ندوی : تاریخ بنی عباس ۱۰ : ۱۸۳ ، ۱۸۴ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تخت سے اتر کر فوج میں کوچ کی منادی کرادی۔ خود سفر کا معمولی سامان لے کر دربار عام میں آیا۔ قاضی وغیرہ کے سامنے وصیت لکھائی کہ میری جاگیر کا ایک ثلث اولاد کو ایک ثلث موالی کو اور ایک ثلث راہ خدا میں صرف کیا جائے۔ اس کے بعد رومیوں پر بڑے زور کا حملہ کیا ان کو شکست پر شکست دی اور اس عورت کو چھڑا کر لایا [1]

خلیفہ واثق اور خائن ماتحت

واثق نے تمام خائن کاتبوں پر بڑے بڑے جرمانے کئے چنانچہ احمد بن اسرائیل سے ۸۰ دینار۔ ایتاخ ترکی کے کاتب سے چار لاکھ دینار۔ حسن بن وہب سے ۱۴ ہزار دینار۔ احمد بن حصیب اور اس کے کاتبوں سے ایک کروڑ دینار الخ اس طرح سے خیانت کا انسداد تو ہو گیا لیکن معین الدین ندوی کا کہنا ہے کہ اس کے بعد کسی رکن حکومت کی دولت محفوظ نہ رہی اور ضبطی ایک رسم بن گئی [2]

خلیفہ مہتدی اور رقبۃ المظالم

خلیفہ مہتدی نے بھی عمال کے جور و تعدی کا پورا انسداد کیا مذہبی اصلاحات کیں بقول خطیب اس سلسلے میں اس نے بڑے بڑے لوگوں کو سزائیں دیں۔ دفتر کی نگرانی اور جانچ خود کرتا۔ ہفتہ میں دو دن اتوار اور پنجشنبہ دفاتر کی جانچ کے لیے مخصوص تھے۔ کاتبوں سے اپنے سامنے حساب کراتا اور سب کی جانچ کراتا۔ مسعودی لکھتا ہے کہ جب مہتدی نے لوگوں کو سیدھے راستے چلانا چاہا تو عوام اور خواص سب پر یہ گراں گذرا صالح بن علی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن مہتدی کی عدالت کا منظر دیکھا۔ دادخواہ نہایت آسانی سے اس کے پاس پہنچتے تھے۔ ملک کے مختلف حصوں سے اس کے پاس جو استغاثے آتے تھے۔ ان کی دادرسی کے احکام جاری کرتا تھا۔ مجھے یہ منظر بہت پسند آیا۔ [3]

مہتدی کی سیرت کا نمایاں رخ اس کا عدل و انصاف، زہد و تقوےٰ اور اوامر و نواہی

---

[1] حوالہ بالا ص ۲۰۰ - ابن اثیر - طبری وغیرہ۔

[2] معین الدین ندوی، تاریخ بنی عباس ۱: ۲۲۲۔

[3] تاریخ خطاب: ۳: ۳۴۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا قیام ہے ۔ قیام عدل کے لیے اس نے خاص عمارت بنوائی جس کا نام قبۃ المظالم تھا ۔ وہ یہاں بیٹھ کر ہر روز عوام و خواص کی داد رسی کرتا اور کسی کے ساتھ رعایت نہ کرتا ۔ ایک مرتبہ کسی نے اس کے بیٹے کے خلاف دعوے کیا تو اس نے بیٹے کے خلاف فیصلہ دیا اور حق دلوا دیا اس پر کسی نے خلیفہ کی تعریف کی تو مہتدی نے کہا کہ میں قرآن پاک کی اس آیت نضع الموازین القسط لیوم القیامۃ کو پڑھ کر اس مقام پر بیٹھا ہوں ۔ اور یہ کہہ کر بے اختیار زار زار رو دیا[۱] وہ ہمیشہ روزے رکھتا اور افطار میں صرف روٹی ۔ سرکہ اور روغن زیتون استعمال کرتا روزانہ رات کو رو رو کر حضرت علی کا ایک خطبہ دہرایا کرتا تھا ۔

اسلامی مساوات

خلیفہ معتضد نے رد مظالم کے سلسلے میں زبردست کام کئے اور بڑی سختی کی ۔ ایوان عدالت میں امراء و عمائد بلکہ خلیفہ تک کے سارے امتیازات اٹھ گئے ۔ اور سب کے ساتھ یکساں سلوک ہونے لگا ۔ عدالت کی نظر میں خلیفہ اور عامی میں مساوات کا ایک زبردست واقعہ مورخین نے نقل کیا ہے ۔ ایک امیر نے مختلف آدمیوں سے قرض لے رکھا تھا ۔ انہوں نے قاضی ابو حازم کی عدالت میں دعوے دائر کیا ۔ معتضد کا بھی کچھ قرض اس کے ذمہ تھا ۔ اس نے قاضی ابو حازم کے پاس کہلا بھیجا کہ اس شخص کے ذمہ میرا بھی قرض ہے ۔ امید ہے کہ دوسروں کے ساتھ میرا بھی قرض دلایا جائے گا ۔ قاضی ابو حازم نے جواب میں کہلایا کہ امیر المومنین اپنا وہ قول یاد کریں جو منصب قضا سپرد کرتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ "میں قضاء کا عہدہ اپنی گردن سے نکال کر تمہاری گردن میں ڈال رہا ہوں" اس لیے اب مجھے اختیار نہیں ہے کہ محض دعوے پر بغیر شہادت کے کوئی فیصلہ کر دوں معتضد نے جواب میں کہلایا کہ فلاں فلاں دو ذی عزت آدمی میرے شاہد ہیں ۔ ابو حازم نے پھر جواب دیا کہ شاہدوں کو عدالت میں آکر شہادت دینی چاہیے ۔ میں جرح کروں گا ۔ اگر شہادت سچی ثابت ہوئی تو قبول کی جائے گی ورنہ نہیں ۔ لیکن قاضی کی جرح کے خوف سے دونوں شاہدوں میں سے کسی نے شہادت نہ دی اور خلیفہ کو کچھ وصول نہ ہو سکا ۔ ولم یدفع الی معتضد شیئا[۱]

---

[۱] سیوطی تاریخ الخلفاء ۱۱: ۳۷۱ - ۳۷۲ مطبوعہ مصر و خطیب و ابن عساکر وغیرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گویا اس دور میں خلیفہ کی حق تلفی تو ہو سکتی تھی عام آدمی کی حق تلفی نہیں ہو سکتی تھی

معتضد ان سرکشوں کے بارے میں سخت گیر تھا جو نرمی سے قابو میں آنے والے نہ تھے ورنہ وہ عام طور سے حالات کی اصلاح کے بارے میں سیاست سے کام لیتا تھا۔ ایک مرتبہ خلیفہ سفر پر جا رہا تھا۔ راستہ میں اسکے چند فوجیوں نے کھیت سے ککڑیاں توڑ لیں۔ کھیت کے مالک نے شور مچایا۔ معتضد کو اطلاع ہوئی تو اس نے کھیت والے سے پوچھا کہ تم انکو پہچان سکتے ہو چنانچہ مالک نے تین فوجیوں کو پہچان لیا۔ خلیفہ نے ان کو قید کرا دیا۔ صبح کو لوگوں نے تین لاشیں پھانسی پر لٹکتی دیکھیں۔ اس پر چہ میگوئیاں ہوئیں معمولی جرم پر پھانسی دیدی گئی۔ کچھ عرصے بعد رات کو خواص کی مجلس میں ایک شخص نے کچھ کہنا چاہا تو خلیفہ نے کہا کہ میں جانتا ہوں جو تم کہنا چاہتے ہو دراصل جنکو پھانسی دی گئی وہ ڈاکو اور قاتل تھے۔ لیکن ظاہر یہ کیا گیا کہ ککڑیاں چرانے والوں کو پھانسی دی گئی تاکہ پھر کسی فوجی کو کھیت سے چوری کرنے کی ہمت نہ ہو اس کے بعد قید سے فوجیوں کو لاکر دکھا بھی دیا تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔ پھر فوجیوں سے توبہ کرکے ان کو انکے مقام پر بھیج دیا[1]

ہسپانیہ میں ردمظالم

ہسپانیہ کی ردمظالم کی تاریخ بڑی دلچسپ اور حیران کن ہے لیکن اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں۔ اب ہم چند واقعات درج کرتے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی دور میں قاضیوں کو کتنی آزادی حاصل تھی اور یہ کہ وہ انصاف اور ردمظالم کی خاطر سربراہانِ مملکت کی گواہی بھی رد کر دیا کرتے تھے۔

امیر حکم بن ہشام کے ایک قاضی محمد بشیر معاذی نے (جو امام مالک کے معاصر تھے) وزیر ابن فطیس کے خلاف فیصلہ دیا۔ مقدمہ کے دوران جو گواہ عدالت میں پیش ہوئے تھے ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ کیا۔ وزیر نے یہ معاملہ امیر کے سامنے پیش کر دیا۔ حکم نے قاضی کو لکھا کہ وزیر کو یہ اعتراض ہے کہ آپ نے بعض گواہوں کے بیانات کے بموجب اس کے خلاف فیصلہ کیا ہے لیکن اسے

---

[1] ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۱۱: ۸۶، ۸۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالکل علم نہیں کہ اس کے خلاف کون کون سا گواہ پیش ہوا تاکہ وہ ان پر جرح کر کے اپنی صفائی پیش کر سکتا قاضی نے جواب دیا کہ وزیر کے عہدے اور شخصیت کے پیش نظر میں نے گواہوں کو اس کے سامنے پیش کرنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ گو وہ عدالت میں تو اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا لیکن بعد میں انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنا سکتا تھا اور وہ غریب محض اس قصور کی پاداش میں کہ انہوں نے وزیر کے خلاف گواہی دی مارے جاتے ۔ اس قسم کی اور بھی کئی مثالیں ہیں جن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس زمانے میں قاضیوں کو اپنے دائرہ اختیار میں قول و فعل کی اس قدر آزادی تھی کہ آج کل کی متمدن اور مہذب اقوام اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتیں۔[1]

امیر عبد الرحمٰن الداخل کے بیٹے سعید الخیر کا کوئی مقدمہ قاضی ابن بشیر کی عدالت میں پیش تھا۔ اس نے پیروی کے لیے وکیل مقرر کیا۔ اتفاق سے دتوعہ کے گواہوں میں سے سوائے امیر الحکم (بادشاہ وقت) اور ایک اور شخص کے اور کوئی بقید حیات نہ تھا۔ موخر الذکر نے تو سعید الخیر کے حق میں گواہی دے دی ۔ دوسرے گواہ (امیر الحکم) کو قاضی نے اگلی پیشی پر حاضر کرنے کا حکم دیا۔ سعید الخیر بادشاہ کے پاس آیا اور اسے شہادت دینے کو کہا۔ اگرچہ حکم کو اپنے چچا (سعید الخیر) کا بہت پاس تھا لیکن اس نے شہادت دینے میں تامل کا اظہار کیا اور کہا: "چچا ہم دنیادار لوگ ہیں اور شہادت دینے کے اہل نہیں ہیں۔ اگر میری گواہی جھوٹی تو قاضی کے ہاتھوں کہیں ہمیں ذلت و خواری کا منہ نہ دیکھنا پڑے اور ہم سارے ملک میں ذلیل ہو جائیں۔ اس لیے میری شہادت کو رہنے دو اور مقدمہ جس طرح چلتا ہے چلنے دو۔"

سعید الخیر کہنے لگا: "سبحان اللہ آپ نے بھی عجیب بات کہی بھلا قاضی کی یہ مجال ہو سکتی ہے کہ وہ آپ کا ماتحت ہو کر آپ کی شہادت رد کر دے۔" چچا کے اصرار پر مجبور ہو کر امیر الحکم نے دو فقہاء کو بلایا اور کاغذ پر گواہی لکھ کر اس پر اپنی مہر لگائی اور کاغذ ان دونوں کو دے دیا۔ اگلے روز قاضی نے گواہی کا کاغذ وصول کر لیا۔ بعد میں جب سعید الخیر کا وکیل حاضر ہوا تو دلائل کے دوران قاضی نے وہ کاغذ منگایا اور وکیل سے کہا کہ "میں یہ گواہی قبول نہیں کر سکتا کوئی عادل گواہ لاؤ"

---

[1] تاریخ القضاء فی الاسلام: ۵۶ طبع لاہور۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وکیل یہ سن کر حیران و ششدر رہ گیا اور سعید الخیر کے پاس جا کر تمام واقعہ سنا دیا۔ یہ سن کر اسے بہت طیش آیا اور اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر حکم کے پاس پہنچا اور کہا: "ہماری عزت و وجاہت خاک میں مل گئی۔ اس نالائق قاضی نے آپ کی گواہی کو بھی رد کر دیا۔ اسے فوراً معزول کر دیجیے وغیرہ وغیرہ"۔

لیکن بادشاہ نے جواب دیا: "میں تو تم سے پہلے ہی کہتا تھا کہ میری گواہی مت رکھو قاضی نیک اور پارسا آدمی ہے۔ فرض کی ادائیگی میں وہ کسی شخص کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اس نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ اللہ اسے اس کا بہترین اجر دے"۔ یہ سن کر سعید الخیر کو اور غصہ آیا لیکن بادشاہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں نے تمہارے اصرار پر اپنی شہادت قلمبند کرادی تھی۔ لیکن میں عدالت کے معاملات میں دخل نہ دوں گا اور قاضی کو معزول کر کے مسلمانوں کی خیانت نہ کروں گا"۔

ادھر جب قاضی ابن بشیر سے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا کہ امیر کی شہادت کو رد کر دیا تو انہوں نے جواب دیا۔

جب کوئی شخص شہادت دیتا ہے تو اس پر عدالت اور فریق مخالف کی طرف سے جرح بھی ہوتی ہے۔ اگر میں امیر کی شہادت قبول کر لیتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ فریق مخالف اس پر جرح کرنے کی جرأت نہ کرتا اور خواہ شہادت واقعہ کے مطابق ہوتی یا نہ ہوتی لیکن اسے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا۔ میں مدعی علیہ کے حقوق غضب کرنے کے لیے تیار نہیں اس لیے میں نے امیر کی شہادت کو رد کر دیا۔

کیا ہی مبارک وہ زمانہ تھا جس میں ایسے عادل اور منصف قاضی اور ایسے پاک طینت امیر اور حاکم موجود تھے۔ ہر شخص کے پیش نظر رعایا کی فلاح بہبود تھی اور ہر دل میں خدا کا خوف جاگزیں تھا۔ قاضی جس کو حق سمجھتا تھا اسے اختیار کرنے میں اسے کوئی طاقت نہ روک سکتی تھی اور امیر کے دل میں اس کی عزت و وقعت اور احترام و محبت کم ہونے کی بجائے اور زیادہ بڑھ جاتی تھی[1]۔

خراساں کا والی قاضی ایاس کے پاس کسی مقدمہ میں شہادت دینے آیا تو انہوں نے اس سے کہا کہ یہ آپ کا کام نہیں یہ تو عوام کا کام ہے۔ اس پر وہ بغیر شہادت دیے واپس چلا گیا۔ کسی نے

[1] محولہ بالا ص ۵۹، ۶۰، ۶۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والی سے کہا کہ دراصل قاضی نے تم کو دھوکہ دیا ہے دراصل وہ تم کو ثقہ نہیں سمجھتا[1] لیکن دھوکہ والی بات درست نہیں۔ قاضی ایاس نے اسی لیے والی کی شہادت نہ لی کہ کسی عامی کو اس پر کما حقہ جرح کی جرأت نہ ہوگی اور پھر والی کا کسی فریق کے حق میں شہادت دینا علانیہ طور پر سفارش کے مترادف بھی ہے بہت سے لوگ والی کی رضامندی کے لیے پھر اس فریق کی طرف داری کریں گے۔ اس لیے والی کو شہادت سے دور رہنا چاہیے چونکہ عورتوں کو اسلام میں ۔ وی۔آئی۔پی کا درجہ حاصل ہے اس لیے ان کا بھی عدالت میں عامیانہ گواہی دینا اسلام میں اچھا نہیں سمجھا جاتا بلکہ مجبوری کی حالت میں قاضی یا اس کا نمائندہ پردہ دار عورت کے گھر جا کر گواہی لیتا ہے۔

حکمران کو ظلم سے باز رکھنے کی دلچسپ عملی مثال

سپین کے الحکم میں باپ کے مثل عدل گستری تھی۔ وہ اپنی غلطی کا اعتراف بھی کر لیتا تھا۔ خلیفہ کے محل کی توسیع میں بیوہ کی جائداد آگئی۔ اس کو کافی رقم پیش کی گئی لیکن موروثی جائداد کی وجہ سے بیوہ نے انکار کیا اور میر عمارت نے اس کی مرضی کے بغیر زمین لے کر محل کی توسیع کر دی۔ عورت نے قاضی کے سامنے فریاد کی۔ قاضی نے اسے تھوڑا صبر کرنے کو کہا۔ جس روز خلیفہ الحکم پہلی دفعہ توسیع کو ملاحظہ کرنے گیا تو قاضی صاحب بھی ایک گدھا اور خالی بورا لے کر وہاں پہنچ گئے۔ الحکم کا سامنا ہوا تو قاضی نے کہا کہ امیر المومنین اس زمین کی مٹی مجھے چاہیے۔ اجازت ہو تو لے لوں۔ خلیفہ نے مسکرا کر اجازت دے دی۔ قاضی نے بوری مٹی سے بھر کر خلیفہ سے گدھے پر لادنے کے لیے معاونت کی درخواست کی۔ خلیفہ اس حرکت کو مزاح سمجھ رہا تھا۔ چنانچہ دونوں مل کر بوری اٹھانے لگے۔ بوری بھاری تھی۔ اٹھ نہ سکی اور خلیفہ ہانپ گیا۔ اس پر قاضی نے کہا کہ سرکار اس بوجھ کو تو آپ اٹھا نہ سکے تو انصاف کے دن یعنی قیامت کو یہ زمین جو بڑھیا سے بغیر رضامندی لی گئی ہے وہ کس طرح اٹھائیں گے۔ کیونکہ خدا کے سامنے وہ بڑھیا دعوے ضرور کرے گی۔ شاہ الحکم آبدیدہ ہو گیا اور میر عمارت کو حکم دیا کہ فوراً بڑھیا کی زمین اس کو واپس کر دو اور محل کا وہ حصہ مع سازوسامان کے اس کو دے دیا جائے

---

[1] شہیر ارسلان، القضاء والقضاۃ، ۱۹۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غرضیکہ بڑھیا مالا مال ہوگئی۔ [1]

خزانچی کا بادشاہ کو بیت المال سے رقم دینے پر دوبارہ انکار

ہسپانیہ کا عبدالرحمٰن الثانی اپنے ماتحتوں کی جرح بھی خندہ پیشانی سے برداشت کرتا تھا۔ ایک دفعہ بادشاہ نے ایک مغنی کیلئے خزانچی کو رقعہ رکھا کہ تیس ہزار دینار دیئے جائیں خزانچی نے بادشاہ کے رقعہ پر یہ لکھ کر لوٹا دیا کہ عوام کے خزانہ سے گویوں کو اتنی بڑی رقم نہیں دی جا سکتیں۔ اسپر بادشاہ نے خزانچی کا شکریہ ادا کیا۔ ایک مرتبہ اس نے خزانچی کو رقعہ لکھا کہ میری ملکہ طروب کو ایک لاکھ دینار دیدیئے جائیں۔ اس پر خزانچی نے بڑا سخت جملہ لکھا کہ یہ خزانہ عوام کا ہے۔ بادشاہ کی باندیوں کو اس سے خوش نہیں کیا جا سکتا۔ طروب پہلے باندی ضرور تھی لیکن اب ملکہ بن چکی تھی۔ لیکن بادشاہ نے یہ جرح قبول کرلی۔ خزانچی کا شکریہ ادا کیا اور آئندہ پھر کبھی ایسا رقعہ نہ لکھا۔ [2]

درحقیقت خزانہ عامرہ سے فضول خرچی کرنا بھی ظلم ہے۔ اور اس ظلم کا روکنا ہر کلمہ گو پر فرض ہے چاہے وہ گورنمنٹ کا ملازم ہو یا عامی ہو یا عالم ہو۔ حضرت عمرؓ کو طبیب نے شہد تجویز کیا تو آپؓ نے مسجد میں کھڑے ہو کر بیت المال سے شہد لینے کی عوام سے اجازت طلب کی۔ ولید بن عبدالملک نے دمشق کی جامع مسجد پر رقم کثیر صرف کی تو عام ناراضگی پھیل گئی لوگوں نے علانیہ کہا کہ بیت المال کا یہ مصرف نہیں [3] سب سے پہلے عبدالملک بن مروان نے جور و تعدی کے واقعات کی تفتیش کرنے کے لیے ایک دن مقرر کیا وہ قابل تصفیہ مقدمات قاضی ابو ادریس کے حوالے کر دیتا تھا چونکہ خلیفہ واقعات و اسباب سے باخبر ہوتا تھا۔ اس کے خوف سے قاضی ابو ادریس کے احکام اور فیصلے فوراً نافذ ہوتے تھے مگر قاضی بحیثیت کا رکن ہوتا اور حکم خلیفہ کا ہوتا تھا۔ اس کے بعد حکام و روٴسا بھی ستم شعاری کرنے لگے نہایت قوی اور بارعب فرماں روا کے بغیر کام چلنا دشوار ہوگیا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

---

[1] انتظام اللہ شہابی، خلافت ہسپانیہ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی۔

[2] رشید اختر ندوی، مسلمان حکمران، ۱۷۱ ھ ۱۸۰ ھ بحوالہ افتتاح اندلس، ۶۸۔

[3] شبلی، الفاروق، ۱۱، ۱۶۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے جور و تعدی کے فیصلے خود کرنے شروع کئے اور مقتضائے انصاف کے مطابق ہر شخص کا حق دلایا۔ بنو امیہ کی ناانصافیوں کی تلافی کی۔ اکثر خلفاء عباسیہ بھی اس کا اہتمام کرتے رہے۔ سب سے پہلے مہدی اور پھر ہارون پھر مامون اور سب کے بعد مہتدی دادرسی کے لیے بیٹھا کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ املاک حق دار اور مستحقین کے پاس پہنچ گئیں[1]

ہندوستان میں دیوان المظالم

ہندوستان کے دور سلاطین کے متعلق ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں کہ قاضی ممالک چیف جسٹس تھا۔ ملک میں شرع کا نفاذ اسی کے ذمہ تھا۔ اسی کے ساتھ وہ صدر الصدور کا عہدہ بھی رکھتا تھا اور وزارت مذہبی اور تعلیم کے محکمہ جات بھی اسی کے ماتحت ہوتے تھے اس کے علاوہ دوسرا عہدہ دار امیر داد کا تھا۔ یہ قاضی کے فیصلوں کے نفاذ کا ذمہ دار تھا۔ اور اس کا ذمہ دار بھی تھا کہ مجرم قاضیوں کی عدالت میں حاضر ہوں۔ سلطان کی غیر حاضری میں یہ مظالم کی عدالت کی صدر نشینی بھی کرتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی کتاب[2] میں لکھتے ہیں کہ امیر داد قاضیوں کے فیصلوں پر عملدرآمد کرواتا اور سلطان کی غیر موجودگی میں عدالت مظالم کی صدارت بھی کرتا تھا۔

کوتوال پولیس کے محکمہ کا ہیڈ تھا محتسب عوام کے اخلاق اور کردار کا نگران اور محتسب تھا وہ قانون اور شریعت کی خلاف ورزیوں کو روکتا تھا۔ اور جو باتیں عوام کے لیے تکلیف دہ ہوں ان کو بھی محتسب روکتا تھا۔ محتسب ہی قیمتوں پر کنٹرول رکھتا تھا محتسب۔ کوتوال اور امیر داد تینوں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مل جل کر کام کرتے تھے۔ دیوان مظالم کو حضرت علیؓ نے شروع کیا۔ عباسی خلفاء خود دیوان مظالم کی صدارت کرتے یا انکے وزیر کرتے۔ ہندوؤں کے ہاں بھی یہ اصول تسلیم تھا کہ راجہ عوام کی شکایت خود سنے۔ طبقات ناصری میں ہے کہ امیر داد دیوان مظالم کی صدارت کرتا تھا لیکن ایسا جب ہوتا تھا جبکہ بادشاہ خود موجود نہ ہوتا۔ بقول ابن بطوطہ محمد بن تغلق ہر جمعرات اور پیر کے دن شکایات سنتا تھا۔ سکندر لودھی کے زمانے میں وزیر دیوان مظالم کی صدارت کرتا اسکے پاس قاضی یہ بارہ قابل فقہاء کے مددکیلیے موجود رہتے جب سلطان باہر نکلتا تو اسوقت بھی عامی لوگ اپنی تحریری شکایات پیش کرسکتے تھے۔ شکایت پہلے حاجب کے پاس جاتی۔ پھر مشکل حل نہ ہوتی تو قاضی ممالک کے پاس جاتی تھی دادرسی کا آخری مقام خود سلطان ہوتا تھا جس تک پہنچنا زیادہ مشکل نہ تھا۔ بادشاہ سے شکایت بہت موثر ثابت ہوتی تھی۔

---

[1] الماوردی: الاحکام السلطانیہ: الباب السابع فی ولایۃ المظالم: ۷۷ تا ۷۸

[2] آئی ایچ قریشی: ایڈمنسٹریشن آف دی سلطینٹ آف دہلی: ۱۰ تا ۱۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرض خواہ مقروضوں کو لاکر محل کے سامنے کھڑا کر دیتے تھے۔ [۱]

مذکورہ بالا بیان سے جو دیوان مظالم کے عنوان کے تحت قریشی صاحب نے لکھا ہے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ صرف بڑے لوگوں کے خلاف ہی نہیں بلکہ عام لوگوں حتیٰ کہ عام قرضہ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف شکایات بھی دیوان مظالم میں دائر ہوتی تھیں اور عام قرضہ وصول نہ ہونے پر بھی ناظر مظالم بلکہ بادشاہ تک سے دادرسی طلب کی جا سکتی تھی۔ گویا ہر عامی کو جس معاملے میں بھی دقت پیش آتی اور اسے انصاف طلبی میں ذرا بھی دقت یا تاخیر ہوتی تو وہ دیوان المظالم کا دروازہ کھٹکھٹاتا تھا۔ اسی وقت سے چھوٹے چھوٹے قاضی بھی انصاف میں تاخیر نہ کرتے تھے کہ کہیں ناظر مظالم تک تاخیر کی اطلاع ہونے پر ان سے جواب طلب نہ کر لیا جائے۔

ڈاکٹر قریشی لکھتے ہیں کہ آئین اکبری میں ہے کہ بنیادی تقرری قاضی کی ہوتی تھی لیکن اگر معلوم ہو کہ علم اور فیصلہ کے نفاذ کی قوت ایک شخص میں نہیں پائی جاتی ہیں تو ایک میر عدل بھی مقرر کر دیا جاتا تھا۔ درحقیقت اہم شہروں میں میر عدل مقرر کئے جاتے تھے۔ اس کے بعد اہمیت میں قاضی مظالم کا نمبر آتا ہے۔ اس سلسلے میں قریشی صاحب نے بعثت سے پہلے کے حلف الفضول کا ذکر کیا ہے اور نویری کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظالم کے مقدمات سننے کے لیے بھی بیٹھا کرتے تھے۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ مغل بادشاہ اپنے رعایا کے حالات جاننے کے لیے بہت تگ و دو کیا کرتے تھے۔ اکبر ہر صبح جھروکہ میں بیٹھ جاتا تھا اور جس کو شکایت ہوتی وہ عرضی کا کاغذ ہاتھ سے بلند کرتا اور اسے فوراً بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا جاتا اور مقدمات شرع کے مطابق فیصل کئے جاتے تھے۔ شاہان مغلیہ ہفتہ میں ایک دن مظالم کے مقدمات سنا کرتے تھے اس موقعہ پر عدالت کے افسران۔ قاضی عساکر۔ فقہاء وغیرہ موجود رہتے تھے دیوان مظالم میں اور باتوں کے علاوہ سرکاری افسروں کی بے اعتدالیاں اور بے انصافیاں زیر بحث آتی تھیں۔ ناظر مظالم کے لیے عام عدالتوں کی باریکیوں اور قانونی موشگافیوں کی پابندی ضروری نہ سمجھی جاتی تھی کیونکہ اس طریق کار سے انصاف کے نفاذ میں مدد ملتی تھی۔

عام قضاء کی عدالت قانونی پابندیوں کے اندر کام کرتی تھی لیکن عدالت مظالم کا دائرہ کار وسیع تھا اور وہ عوام کی بھلائی کی خاطر عام قوانین کے علاوہ بھی ایکشن لے سکتی تھی۔ ایک جدید قول کہ دیوان مظالم دراصل کورٹ آف اپیل کا دوسرا نام ہے کسی حد تک درست ہے۔

---

[۱] محولہ بالا صفحہ ۱۵۸ تا ۱۵۹۔ دیکھیے سرخی "دیوان المظالم"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر قاضی اپنے محدود اختیارات کی وجہ سے کسی کیس کے حل کرنے میں ناکام رہتا تو ایسا کیس دیوان مظالم میں آتا کیونکہ تفتیش کے بعض طریقے ایسے ہوتے ہیں جن کو حکمران ہی استعمال کر سکتا ہے اور واقعات اور گواہیوں کو جمع کرنے اور پرکھنے کے بعض کام حکمران ہی کے دائرہ اختیار میں ہوتے ہیں لیکن یہ واضح ہے کہ بادشاہ شرع سے تجاوز نہ کر سکتا تھا۔[1] ماوردی نے دس باتیں گنوائی ہیں جن سے ناظر مظالم اور عام قاضی کے طریق کار کے فرق کا پتہ چلتا ہے۔ ہم نے آگے جا کر ان کو مفصل بیان کیا ہے جس سے فرق مزید واضح ہو جائے گا۔

ویسٹ پاکستان اور نائیجیریا کے سابق جج ہائیکورٹ بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں مسلم حکمران کو ہندوستان میں خدا کا ادنیٰ غلام سمجھا جاتا تھا جسے عوام کچھ فرائض کی انجام دہی کے لیے چنتے تھے اور اگر وہ قرآنی احکام کی خلاف ورزی کرے تو اس کو معزول کیا جا سکتا ہے مسلم قاضی اگر قانون الٰہی کے خلاف حکم دے یا قانون الٰہی کے خلاف نظریہ رکھتا ہو تو کافر مرتد ہو جائے گا اور اس کی سزا موت اور ابدی عذاب ہوگا۔ جج صاحب کے الفاظ یوں ہیں،

A Muslim Qadi giving an order or holding a view in contravention of Divine law was a Kafir apostate and liable to sentence of death

جج موصوف مزید لکھتے ہیں کہ اگر کوئی عامی ناجائز گرفتار کر لیا جاتا تو پولیس افسر اس کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا اور اس سے ہرجانہ وصول کیا جاتا تھا۔ جہانگیر کے دور حکومت میں پولیس کے کوتوال نے اپنے کسی ذاتی مقصد کے لیے ایک سپاہی کو مجبور کیا کہ وہ ڈیوٹی کے بہانہ گھر سے باہر رہے۔ سپاہی کی ماں نے فوراً جا کر جہانگیر کی زنجیر عدل ہلا دی۔ پس فوراً کوتوال کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا گیا[4] عالمگیر کے دور حکومت میں ایک عورت نے ایک فوجدار کی شکایت

---

[1] اشتیاق حسین قریشی، ایڈمنسٹریشن آف دی مغل ایمپائر، ۱۹۲۰، ۱۹۴ء۔

[2] State Vs. Qadi Mir Stania 17، 118-119

[3] جوڈیشنل سسٹم آف مغل ایمپائر مصنفہ محمد بشیر احمد سابق جج ہائیکورٹ ویسٹ پاکستان ۴۳، ۴۴۔

[4] محولہ بالا صفحہ ۵۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تو فوراً اس کو تبدیل کر کے دوسرے مقام پر بھیج دیا گیا۔[1] قاضی کے لیے متقی اور پرہیزگار ہونا ضروری تھا۔ علاء الدین خلجی کے زمانے میں ایک قاضی نے شراب پی تو اس پر مقدمہ چلا یا گیا سے موت کی سزا دی گئی۔[2] برنی کے بقول سلطان قطب نے نااہل شخص کو قاضی مقرر کیا تو عوام اتنے ناراض ہوئے کہ انھوں نے نہ صرف قاضی بلکہ بادشاہ کو بھی قتل کر ڈالا۔[3]

ابن حسن مغلیہ بادشاہوں کے متعلق لکھتے ہیں : باب دوم میں بیان کیا جا چکا ہے کہ شاہان مذکور کس طرح اپنی رعایا کے غریب ترین افراد کو باریابی کا موقع دیتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ معمولی مقدمات کی سماعت بادشاہ دربار عام میں روزانہ کرتا تھا۔ لیکن اہم مقدمات کی سماعت جن میں گواہوں کی شہادت لینا اور ان پر جرح کرنا ضروری ہوتا وہ ہفتہ میں صرف ایک دن کرتا تھا جو محض عدل گستری کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔ دوسرے باب میں مذکور ہو چکا ہے کہ اکبر نے پنجشنبہ، جہانگیر نے سہ شنبہ اور شاہ جہاں نے چہارشنبہ مخصوص کر رکھا تھا۔ اکبر کے متعلق ابوالفضل لکھتا ہے کہ "وہ باب عدل کھولتے اور دربار عام منعقد کرتے ہیں۔ مظلوموں کے مقدمات کی تفتیش کے دوران وہ کسی شخص کی شہادت یا قسم پر اعتماد نہیں کرتے کیونکہ چالاک اشخاص انھی چیزوں کا سہارا لیتے ہیں بلکہ وہ بیانات کے تضاد۔ قیافہ شناسی۔ قوت دقیقہ رسی اور فکر بلیغ کے ذریعے نتیجہ نکالتے ہیں۔ ان کی عدالت مرکز صداقت ہے اور اس کام میں کم از کم ڈیڑھ پہر یعنی ساڑھے چار گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔ یہی بات ہاکنز نے بھی جہانگیر کی متعلق لکھی ہے۔ ڈیلاسٹ جہانگیر کی ہفتہ وار عدل گستری کا ذکر یوں کرتا ہے "ہفتے میں ایک بار (سہ شنبہ کو) وہ کرسی عدالت پر بیٹھتا اور نہایت سکون کے ساتھ تمام دیوانی و فوجداری مقدمات جو اس کے حضور پیش ہوتے سماعت کر کے فیصلہ کرتا۔ وہ دارالقضاۃ میں ہفتے میں ایک دن اور بھی اپنے دونوں قاضی القضاۃ کے ساتھ ضرور موجود

---

[1] محولہ بالا ص ۱۷

[2] " " ۶۵

[3] " " ۲۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہتا۔ برنیئر لکھتا ہے کہ اورنگزیب ہفتے میں ایک دن اور بھی تخلیے میں دو گھنٹے ادنیٰ طبقوں سے منتخب کیے ہوئے دس اشخاص کی عرضداشتیں سنتا ہے۔ برنیئر بھی اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ شاہان مغلیہ کے ان معمولات میں کبھی فرق نہ پڑتا تھا شاہان ہندوارالحکومت کی طرح میدان جنگ میں بھی چوبیس گھنٹے میں دو مرتبہ بلاناغہ ایسی مجالس منعقد کرتے ہیں۔ دیوانی مقدمات میں صرف پیچیدہ یا اہم مقدمات بادشاہ کے ہاں پیش ہوتے۔ لیکن فوجداری مقدمات میں اس قسم کی کوئی قید یا رکاوٹ نہ تھی[1]۔

بڑے لوگوں سے خون بہا کی رعایت ختم

اکبر کے منظور نظر گورنر اور بچپن کے ساتھ کھیلے ہوئے خان اعظم میرزا عزیز نے جب وہ گجرات کا گورنر تھا اپنے ایک عامل کو خیانت کے جرم میں گرفتار کر کے اپنے ایک ملازم کے حوالے کیا۔ وہ ملازم عامل کے خلاف دل میں کینہ رکھتا تھا۔ لہٰذا ملازم کے ایما پر اسے اتنا مارا گیا کہ وہ مر گیا خان اعظم کے علم میں جب یہ بات آئی تو قصاص میں ملازم کو قتل کرا دیا۔ لیکن بعد میں عامل کا باپ ایران سے دادرسی کے لیے بادشاہ کے ہاں آیا تو اگرچہ قاتل کو قصاص میں قتل کرا دیا گیا تھا۔ لیکن چونکہ معاملے میں خان اعظم کی ہستی بھی شامل کی جا سکتی تھی اس لیے خان اعظم سے عامل کے باپ کو مزید خون بہا بھی دلوا دیا گیا۔ یعنی ملازم قصاص میں مارا گیا اور گورنر کو بھی ساتھ خون بہا دینا پڑا[2]۔

مؤرخ سراج عفیف لکھتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق خونی مجرموں کی ہرگز رعایت نہ کرتا تھا اور فوراً ان سے قصاص لیتا تھا۔ یوسف بقرا جو بڑا صاحب جاہ و مراتب تھا اس کے بیٹے نے قتل کیا تو مقتول کی والدہ نے بارگاہ شاہی میں فریاد کی اور بادشاہ بہت حیران ہوا کیونکہ قاتل دربار شاہی کے مقربان میں شمار ہوتا تھا اور بادشاہ اس پر بہت مہربان تھا۔ فیروز شاہ نے بے حد غور و فکر کے بعد حکم دیا کہ برسر دربار مجرم کو قتل

---

[1] ابن حسن: دولت مغلیہ کی ہیئت مرکزی: ۷۱-۷۵-۷۴

[2] حوالہ بالا: ۳۸۲-۳۸۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا جائے۔ غرضکہ اس سے قصاص لیا گیا اسی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ فیروزشاہ کے عہد میں خزانے میں خواجہ احمد نویسندہ سے کی خدمت پر معمور تھا۔ یہ شخص ایک طالب علم سے بدگمان ہو گیا اور اسے عاشق تصور کیا پھر اس نے اپنے دو غلاموں سے مل کر اسے قتل کر دیا۔ لاش پل پر پھینک دی۔ کپڑے خون آلود دھوبی کو دھلنے کے لئے دیدئے۔ بادشاہ صبح سیر کرتا ہوا نکلا تو پل پر لاش دیکھ کر کوتوال کو طلب کر کے کہا کہ قاتل کا نشان نہ ملا تو تجھ کو قتل کر دیا جائیگا۔ شک کی بنا خواجہ احمد کو حاضر کیا گیا لیکن اس نے غرور و تکبر میں جرم سے انکار کیا۔ آخر خواجہ کی کنیزوں اور غلاموں سے دریافت کیا گیا تو غلاموں نے حقیقت بیان کر دی لیکن خواجہ نے غلاموں کو جھوٹا قرار دیا آخر دھوبی سے کپڑا طلب کیا گیا تحقیق پر قصابوں نے بتایا کہ کپڑے پر زرد رنگ کے داغ ہیں جو جانور کے نہیں بلکہ انسانی خون کے ہی ہو سکتے ہیں آخر کار خواجہ احمد قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ خون بہا اسی ہزار ٹنکے ادا کروں گا۔ خاں جہاں نے خون بہا کی پیشکش کی تو بادشاہ نے کہا اے خاں جہاں جس کے پاس دولت وافر ہوگی وہ اسی طرح بے گناہوں کو قتل کرائیگا اور دیت دیکر مجرم رہا ہوتے رہے تو مخلوق خدا کو بے حد دقت پیش آئیگی اور مجھے قیامت میں خدا کے سامنے شرمندگی و ندامت ہوگی۔ خاں جہاں نے عرض کیا کہ خزانہ شاہی کے لاکھوں روپے کا حساب خواجہ کے ذمے ہے اگر چند روز قصاص میں توقف فرمادیں تو بیت المال کا معاملہ صاف ہو جائے فیروز شاہ نے فرمایا کہ میں خزانہ کے لکھوکھا روپے سے باز آیا۔ غرضکہ فوراً بلا تاخیر خواجہ اور اس کے دونوں غلاموں سے خاص و عام کے روبرو قصاص لیا گیا[1] ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب مذکورہ بالا قرآنی آیت ایسے ہی موقعوں کے لیے ہے۔ یلبین نے بھی بدایوں کے حاکم کو قصاص میں قتل کرایا اور لاش شہر کے دروازہ پر لٹکوادی تاکہ امراء اس کا حشر دیکھ کر عبرت حاصل کریں[2] اسی وجہ سے گجرات کے احمد شاہ نے وارثوں سے دوگنی دیت قبول نہ کی اور اپنے داماد کو قصاص میں قتل کرا کے ایک روز اس کی لاش سرعام لٹکوائی تاکہ ظالم عبرت حاصل کریں[3] اس سیاست پر ہم منہاج کے عدل نمبر میں فقہ

---

[1] سراج عفیف: تاریخ فیروز شاہ: ۳۲۶ تا ۳۲۹۔ اردو ترجمہ نفیس اکیڈمی۔

[2] صباح الدین: ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں: ۱:۱۱۵۔

[3] محولہ بالا صفحہ ۱۶۵ تا ۱۵۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علی مذاہب الاربعہ کے حوالے سے گفتگو کر چکے ہیں۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ جو شخص کسی کو مال کے لالچ میں قتل کرے تو اجماعاً وارث قاتل کو معاف نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر کسی خصومت کی وجہ سے قتل کیا جائے تو معاف کر سکتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: فان الذی یقتل شخصا لاجل المال یقتل حتماً باتفاق العلماء و لیس لورثۃ المقتول العفو عنہ بخلاف من یقتل شخصا لغرض خصومۃ بینہما پس اصولوں کو سمجھ لینا چاہیے یہ اسلام کے قوانین کے ابدی اور اعلیٰ ترین ہونے کا ثبوت ہیں۔ یہ اسلامی سیاست ہے جس کی وجہ سے ہی احمد شاہ نے جو شریعت کی روح کو سمجھتا تھا بیٹی کو بیوہ کر لیا مگر منشائے انصاف و اسلام کو مجروح نہ ہونے دیا۔ اس نے ایک سرکاری افسر کو قصاص میں قتل کروا کر اس کی لاش کی نمائش کی۔ احمد شاہ کے ۳۴ سالہ دور حکومت میں صرف یہی دو قتل ہوئے۔ وہ بیواؤں، محتاجوں، یتیموں کو خود روزینے تقسیم کرتا تھا[1] ہسپانیہ کے منصور نے امن عامہ کی خاطر ایک بیٹے کو قربان کر دیا اور دوسرے کو عدل کے تقاضے پر موت کی سزا دی ابن حسن لکھتے ہیں اسی طرح لوگوں کو سخت حیرت ہوئی جب اکبر نے گجرات میں ایک زبردست فوجی سردار مجبر خان کو ایک شخص کو قتل کرنے کے جرم میں سزائے موت دی حالانکہ مفتوحہ علاقے پر ابھی پوری طرح قابو حاصل نہ ہوا تھا۔ مقتول کی ماں اکبر کے پاس دادرسی کے لئے حاضر ہوئی اور اکبر نے قصاص میں فوجی سردار کو قتل کرا دیا اس بوڑھی اور بیکس عورت کے خیال میں بھی یہ بات کبھی نہ آئی ہو گی کہ اتنے بڑے ذی اثر آدمی کو اس کے ظلم کی سزا دی جائے گی۔

اسی طرح ایک گورنر کے ملازمین کے متعلق شکایت گذری کہ وہ زیردستوں پر سختی کرتے ہیں۔ جہانگیر نے گورنر کو اس کی شکایت لکھی تو اس نے جواب میں تحریری وعدہ کیا کہ اگر میرے ملازم تعدی سے باز نہ آئے تو میں سر قلم کرا دونگا۔ جہانگیر نے اسی الزام میں دو گورنروں کو معزول بھی کیا۔ امیر خان عالم کے برادر زادہ نے ایک غیر معروف شخص کو جس کا نام بھی تحریروں میں نہیں ملتا قتل کر دیا چنانچہ اسے فوراً سزائے موت دی گئی۔ اس سلسلے میں جہانگیر لکھتا ہے کہ حاشا وکلا ایسے معاملات میں میں نے کسی شہزادے کی بھی کبھی رعایت نہیں کی امراء و عوام کس شمار میں ہیں

---

[1] ابن تیمیہ، الحسبۃ فی الاسلام ص ۳۸ مطبوعہ دمشق۔

[2] رشید اختر ندوی، مسلمان حکمران ۱۰۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پادری مانسریٹ اکبر کے متعلق لکھتا ہے کہ امورِ سلطنت میں بادشاہ حق و انصاف کا بے انتہا لحاظ رکھتا ہے مسلمانوں کے دستور کے مطابق مقدمات دوہرے طریقے سے دو ججوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ تاہم شاہی ہدایت کے مطابق تمام اہم مقدمات فوجداری نیز ایسے مقدمات دیوانی جو واقعی اہم ہوں خود بادشاہ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں۔ اکبر اور اس کے جانشینوں نے اسلامی مملکت کے اس ڈھانچے کو من وعن برقرار رکھا جو مسلمان فقہاء نے معین کیا تھا اور نظام عدالت میں علی العموم انہوں نے اسلامی قانون کی سخت پابندی کی۔ اتنی پابندی انہوں نے اپنی سلطنت کے کسی سیاسی شعبے میں نہیں کی۔ جسٹس بشیر احمد لکھتے ہیں کہ جہانگیر اکثر شام کو محل سے غائب ہو جاتا تھا اور غیر معروف ہوٹلوں اور سراؤں میں جا کر عوام کے ساتھ مل کر کھاتا پیتا اور اس طرح چند گھنٹے رعایا کے ساتھ گزارتا۔ اس کے نہ تو کوئی بڑے دشمن تھے اور نہ اسے اپنی جان کا کوئی خوف لاحق ہوتا تھا۔ اس طرح سے اسے فرسٹ ہینڈ معلومات حاصل ہو جاتی تھیں۔ اور عوام بھی اس کی فراخ دلی کو پسند کرتے تھے اور عوام بھی بادشاہ کے اعتماد کو بداخلاقی کے ذریعے کبھی ٹھیس نہ لگنے دیتے تھے۔ اس طریق کار کو عباسی خلفاء نے شروع کیا تھا اور دہلی کے سلطانوں اور مغل بادشاہوں نے اسے جاری رکھا۔[1]

ابن حسن لکھتے ہیں کہ عالم کی رائے میں مسلمان بادشاہوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ دوسروں کو ان کے جرائم کی سزا دینے میں انتہائی انصاف سے کام لیتے ہیں۔ جہانگیر عدل و انصاف کا شیدا تھا اسی وجہ سے مسلمانوں میں اسکا نام عزت و احترام سے لیا جاتا ہے عدل کے لیے شاہجہان کا نام بھی جہانگیر کی طرح ضرب المثل بن گیا۔ مورخ صادق خان وغیرہ کے بقول اسکے عدل و انصاف کی علیحدہ کتاب تیار۔

---

[1] بشیر احمد جوڈیشل سسٹم آف مغل ایمپائر صفحات ۵۹۳

[2] ہم کہتے ہیں کہ یہ طریقہ دراصل سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شروع کیا تھا۔ باقی سب نے انہی کی پیروی کی ہے۔ جبین کا ہشام بارش میں رات گئے چپکے سے گھر سے نکل جانا کسی غریب بیمار کے لیے کھانا لیجانا۔ رات اس کی تیمار داری کر کے صبح کو محل میں واپس آجاتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہانگیر اپنی توزک میں لکھتا ہے :

انصاف پسندی چونکہ اس شہر کے لوگ نہایت کمزوردل اور عاجز ہیں، میں نے احتیاط کی بنا پر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل لشکر میں سے کوئی ان لوگوں کے گھروں میں گھس کر ان پر ظلم وستم کر بیٹھے اور ان فقرا و مساکین کے ساتھ زیادتی کرے، اور قاضی و میر عدل اہل لشکر کی رو و رعایت کی وجہ سے انصاف میں کوتاہی کریں، اور وہ اس ظلم کی فریاد لے کر مجھ تک نہ پہنچ سکیں، اس لیے میں ہر روز اُس تاریخ سے جب سے کہ میں اس شہر میں آیا ہوں، باوجود شدید گرمی کے ظہر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد دو تین گھنٹے کے لیے اس جھروکے میں آبیٹھتا ہوں جس کا رخ دریا کی طرف ہے، اور جس تک پہنچنے کے لیے، کوئی در و دیوار اور نقیب و چوبدار حائل اور مانع نہیں۔ یہاں بیٹھ کر انصاف کے تقاضوں کے مطابق فریادیوں کی فریاد سن کر ظالموں اور ستم پیشوں کو ان کے ظلم و ستم اور جرائم و تقصیرات کے مطابق سزا دیتا ہوں، یہاں تک کہ انتہائی ضعف اور ناطاقتی کے عالم میں بھی، جب کہ میں شدید تکلیف اور بے چینی میں مبتلا تھا، ہر روز اس جھروکے میں آکر بیٹھتا اور راحت و آرام کو اپنے اوپر حرام سمجھتا تھا۔

بہر نگہبانی خلق خدا — شب نکنم دیدہ بخواب آشنا

از پئے آسودگی جملہ تن — رنج پسندم بتنِ خویشتن

خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے میری عادت کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ شب و روز میں دو تین گھنٹوں سے زیادہ نہیں سوتا۔ اس کم خوابی میں دو فائدے میرے پیش نظر ہیں : ایک تو پورے ملک سے آگاہی رہتی ہے اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے قلبی بیداری حاصل ہوتی ہے حیف ہے اس پر جو اس عمر چند روزہ کو غفلت میں گذارے، چونکہ ایک روز ابدی نیند آنے والی ہے تو کیوں نہ اس بیداری (زندگی) کو جسے پھر خواب میں بھی نہ دیکھ سکونگا غنیمت جان کر اللہ تعالےٰ کی یاد میں گزاروں۔ آدمی کو ایک لمحہ بھی خدا کی یاد سے غافل نہ رہنا چاہیے۔

باش بیدار کہ خواب عجبی در پیش است [1]

---

[1] توزک جہانگیری اردو ترجمہ مطبوعہ مجلس ترقی ادب ۲: ۱۹ تا ۲۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکبر کی خاکساری

مزید توزک میں ایک مقام پر جہانگیر اپنے باپ اکبر کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ اپنے کو مخلوقات میں کمترین مخلوق سمجھتے تھے اور یاد خدا سے ایک لمحہ بھی غافل نہ ہوتے تھے ان کی راتیں بیداری میں گزرتی تھیں اور دن میں بھی بہت کم سوتے تھے۔ ان کا سونا دن اور رات میں ایک یا ڈیڑھ پہر سے زیادہ نہیں ہوتا تھا[1] ہسٹورینز ہسٹری آف دی ورلڈ کے مصنفین نے دو یورپین چشم دید گواہوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ اکبر بہت سادہ اور رحم دل تھا۔ وہ تخت کے پاس کھڑا ہو کر یا تخت سے نیچے بیٹھ کر انصاف کرتا تھا۔ بندوقیں وغیرہ اپنے ہاتھ سے بنانا جانتا تھا اور بہت محنتی تھا۔ اتنا کہ دن رات میں صرف تین گھنٹے سوتا تھا۔(۲) حقیقت یہ ہے کہ کم سونے والے ، جفاکش و محنتی حکمران ہی صحیح معنوں میں ناظر مظالم بن سکتے ہیں اور اپنے گورنروں اور کمشنروں کو عدل پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اورنگزیب بھی تین گھنٹے سے زیادہ نہ سوتا تھا۔ یہ مغل بادشاہوں میں سب سے متقی۔ عباد ت گذار۔ محنتی اور عادل تھا۔

ٹیکس :

جہانگیر ایک اور مقام پر اپنی توزک میں یوں لکھتا ہے

ایک بادشاہ اور باغبان کی حکایت

ایک بادشاہ ایک باغ میں گیا ، جب کہ گرم لو چل رہی تھی۔ جس وقت وہ باغ کے دروازے پر پہنچا تو اس نے بوڑھے باغبان کو دیکھا کہ وہ باغ کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے بادشاہ نے اس باغبان سے پوچھا اس باغ میں انار ہیں ؟ باغبان نے جواب دیا کہ ہاں ہیں بادشاہ نے کہا کہ ایک پیالہ انار کے رس سے بھر کر لاؤ۔ باغبان نے اپنی لڑکی کو جو خوب صورت اور خوب سیرت تھی ، اشارہ کیا کہ وہ انار کے رس کا ایک پیالہ لائے۔ لڑکی گئی اور ایک پیالے میں انار کا رس بھر کر لائی اور چند پتے اس پیالے میں ڈال دیئے۔ بادشاہ نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور لڑکی سے پوچھا کہ اس پیالے میں پتے ڈال دینے سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ لڑکی نے فصیح و بلیغ زبان میں جواب دیا کہ آپ ایسی سخت گرم ہوا میں تشریف لا رہے ہیں اور پسینے میں تر بتر ہیں ایسے میں جب کہ آپ ابھی سواری سے اترے ہیں اور پسینے سے شرابور ہیں ، فوراً ہی اس رس کا پینا طبی اصول کے خلاف

---

[1] محولہ بالا ص ۸۲ - (۲) ہسٹورینز ہسٹری آف دی ورلڈ ، ۲۲ : ۳۱ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے میں نے اس خیال سے یہ پتے اس پیالے میں ڈال دیے ہیں کہ آپ پتوں کو پیالے میں دیکھ کر اس رس کے پینے میں تھوڑی دیر تأمل فرمائیں گے۔ بادشاہ کو اس لڑکی کی یہ ادا پسند آئی اور اس نے دل میں سوچا کہ وہ اس لڑکی کو شاہی محل کی خادماؤں میں داخل کرے گا اس فیصلے کے بعد اس نے باغبان سے پوچھا کہ تجھے ہر سال اس باغ سے کتنی آمدنی ہو جاتی ہے؟ باغبان نے جواب دیا تین سو دینار بادشاہ نے کہا کہ تم ہر سال اس باغ کا کیا محصول ادا کرتے ہو؟ باغبان نے جواب دیا کہ بادشاہ درختوں کا کوئی محصول نہیں لیتا، البتہ کھیتی سے دسواں حصہ وصول کرتا ہے۔ یہ جواب سن کر بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ میری حکومت میں باغ بہت اور درخت بے شمار ہیں۔ اگر باغوں سے بھی دسواں حصہ محصول وصول کیا جائے تو خاصی رقم وصول ہوگی، اور رعیت کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہاں سے جانے کے بعد میں حکم دوں گا کہ باغوں سے بھی محصول وصول کیا جائے پھر اس نے انار کے عرق کا اور پیالہ منگایا۔ لڑکی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد آئی اور انار کے رس کا ایک پیالہ لے کر آئی بادشاہ نے اس لڑکی سے کہا کہ پہلی مرتبہ جب تو گئی تھی تو جلد ہی واپس آئی تھی، اور رس بھی پیالے میں زیادہ تھا، اس مرتبہ تو دیر میں آئی اور پیالے میں رس بھی کم ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ پہلی مرتبہ پیالہ ایک ہی انار کے عرق سے لبریز ہو گیا تھا، لیکن اس مرتبہ پانچ چھ انار نچوڑنے پڑے، لیکن اس کے باوجود اُس قدر رس نہیں نکلا۔ یہ سن کر بادشاہ کو حیرت ہوئی۔ باغبان نے کہا کہ برکت کا مدار بادشاہ کی نیت پر ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ بادشاہ ہیں جس وقت آپ نے باغ کے محصول کے متعلق دریافت کیا، اُسی وقت آپ کی نیت بدل گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میووں سے برکت جاتی رہی۔ اس بات کو سن کر بادشاہ بہت متاثر ہوا اور اس نے باغوں پر محصول لگانے کا خیال دل سے نکال دیا۔ پھر بادشاہ نے کہا کہ ایک دفعہ انار کے رس کا ایک اور پیالہ لے کر آؤ۔ لڑکی پھر گئی اور بہت جلد انار کے رس کا ایک لبریز پیالہ خوش خوش لاکر بادشاہ کو دیا۔ بادشاہ نے باغبان کی فہم اور فراست کی داد دیتے ہوئے باغبان سے اس لڑکی کی خواستگاری کی اس رمز شناس بادشاہ کی یہ حکایت صفحۂ روزگار پر اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے باقی رہ گئی ہے کہ نیک نیتی اور انصاف کا اچھا پھل ضرور ملتا ہے۔ جس وقت انصاف پسند، بادشاہوں کی توجہ مخلوق خدا کی آسودگی اور رعایا کی بھلائی کی طرف منعطف ہوتی ہے تو بھلائیوں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باغات کے پھلوں اور کھیتوں میں برکت کا ظاہر ہونا بعید از قیاس نہیں۔ خدا کا شکر ہے ہمارے، خاندان کی اس سلطنت میں کبھی پھلوں پر محصول لگانے کی رسم نہ تھی اور نہ ہے۔ تمام ممالک محروسہ میں ایک دام اور ایک حبہ بھی اس ضمن میں خزانہ عامرہ میں یا دیوان اعلیٰ کے پاس جمع نہیں ہوتا، بلکہ یہ حکم جاری کیا گیا ہے کہ جو کوئی بھی مزروعہ زمین میں باغ لگائے، اُس زمین کا محصول معاف کیا جائے۔ امید ہے حق سبحانہٗ اس نیاز مند کو بھی ہمیشہ اس نیت خیر پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیگا۔[1]

ہندو کی بیوی پر مغل فوجی کا قبضہ اور شاہ جہاں کی ذہانت اور انصاف

ایک ہندو منشی کی بیوی کو مغل فوجی نے اغوا کر لیا۔ بیوی کہتی تھی کہ منشی میرا خاوند نہیں ہے۔ لیکن شاہ جہاں عورت کے انکار سے مطمئن نہ تھا اچانک بادشاہ نے عورت سے کہا کہ ذرا عدالت کی دوات میں سیاہی ڈال کر دے اس عورت نے اتنی عمدگی کیساتھ اس کام کیا کہ بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ بیوی ہندو منشی ہی کی ہے۔ پس بیوی ہندو کے سپرد کر دی گئی اور فوجی کو نوکری سے نکال دیا ایک اور رسول مقدمہ میں جو دہلی کے چار تاجروں کا تھا شاہ جہاں نے قرائن کی بنا پر فیصلہ کیا۔

عالمگیر اور دیوان مظالم

مورخ ساقی مستعد خان لکھتے ہیں کہ بادشاہ کا دستور تھا کہ ہر روز دو یا تین مرتبہ منظر عام پر کھڑے ہوتے اور داد خواہ کسی رکاوٹ کے بغیر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ آپ بے حد خندہ پیشانی سے سنتے اور نہایت ملائم الفاظ میں بے حد شفقت سے جواب دیتے۔ اکثر افراد بے تکلفی سے گفتگو کرتے۔ آپ نے سائلین کے طول کلام اور بے جا اصرار و مبالغہ اور جسارت بیجا پر کبھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ بار ہا بھی خواہاں ملک نے عرض کیا کہ اہل احتیاج بے ادبی کرتے ہیں اس کی ممانعت فرمائی جائے بادشاہ نے یہی جواب دیا کہ نہیں ان کو اس طرز عمل سے روکنا درست نہیں ہے۔ ان کی گفتگو میری اصلاح

---

[1] تزک جہانگیری اسد ۲۱، ۶۲ / ۶۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتی ہے اور میرے نفس کو تحمل کا خوگر بناتی ہے۔ [1]

مورخین کے بیانات سے واضح ہو جاتا ہے کہ عدل و انصاف کے معاملہ میں عالمگیر تمام سابق مغل بادشاہوں سے بڑھ گیا تھا۔ اس نے تمام غیر شرعی ٹیکس بھی بند کر دیئے تھے اور شریعت کا پورا پورا نفاذ کر دیا تھا۔ [2] انگریز مورخین کے نزدیک اسکی قابلیت اور انتظامی صلاحیت ماورا انسان تھی اورنگزیب نے فرمان جاری کیا کہ غریب کی بڑے آدمی کے خلاف شکایت کو اولیت دی جائے ڈو لکھتا ہے کہ تیمور کے خاندان کا یہ بنیادی اصول تھا کہ غریب لاچار شخص پر زیادتی کو ہرگز ہرگز معاف نہ کیا جائے۔

دارا شکوہ کا مقدمہ

ڈاکٹر قریشی لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے فقہاء کا بورڈ دارا کے مقدمے کے لیے بٹھایا تھا کیونکہ بادشاہ خود پارٹی تھا اس لیے وہ اس کا مقدمہ سننے کا مجاز نہ تھا۔ فقہاء کا اعلان کہ دارا شکوہ کے نظریات ارتداد اور زندقہ کے مترادف ہیں بہت اہم تھا۔ ہند کے عوام جو والدین کی فرمانبرداری کو ضروری سمجھتے تھے ان کو اندازہ ہو گیا کہ عالمگیر کا شاہ جہاں کو محل میں نظر بند کرنا ایک اعلیٰ مقصد کے لئے ضروری تھا اور عالمگیر بلند نصب العین کے لیے لڑا تھا نہ کہ اپنی ذات کے لئے

(ایڈمنسٹریشن آف دی مغل ایمپائر، ۱۹۶ / ۱۹۷ مزید دیکھیے اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر مولفہ شبلی نعمانی)

کسی نے محمود غزنوی کے ایک قاضی کے پاس سربمہر تھیلے میں دینار امانت رکھوائے۔ قاضی نے تھیلا کاٹ کر اس میں تانبے کے سکے بھر دیئے اور پھر اسے رفو کرا کر اسی طرح سربمہر طلب کرنے پر واپس کر دیا۔ جب اس شخص نے تبدیلی کا ذکر کیا تو قاضی نے کہا مہر دیکھ لو مجھے کیا معلوم اس میں کیا تھا۔ میں نے اسی طرح بمع مہر تم کو واپس کر دیا۔ محمود غزنوی کے پاس شکایت پہنچی تو اس نے سب سے ماہر رفوگر کا پتہ کرایا اور اس نے بتایا کہ اس نے اس تھیلا کو رفو کیا تھا قاضی کے کہنے پر۔ اس طرح سے راز کھلا۔ پھر قاضی کو پھانسی دینے کا ارادہ کیا لیکن بڑھاپے کے خیال سے جائیداد کی ضبطی اور معزولی کی سزا دی [3]

---

[1] مآثر عالمگیری اردو ترجمہ، ۴۲۲ تا ۴۲۳ نفیس اکیڈمی

[2] محولہ بالا صفحہ ۳۵ تا ۴۲۳۔

[3] سیاست نامہ مترجم محمد منور حسن ۹۲ تا ۹۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک شخص کو ارنڈ کی جڑ سے دبائی ہوئی دولت مل گئی۔ مالک نے جب دولت نہ پائی تو پریشان ہو گیا۔ لوگوں نے عضد الدولہ کے پاس جانے کا مشورہ دیا تو اس نے کہا کہ وہ کوئی غیب دان ہے غرضکہ عضد الدولہ نے تمام حکیموں کو بلایا اور پوچھا کہ تم میں سے اس سال کسی سے ارنڈ کی کونپلوں سے کسی کا علاج کیا ہے۔ ایک نے کہا کہ ہاں آپ کی فلاں خواص کا۔ اس طرح سے مال لینے والے کا علم ہوا اور مال واپس مل گیا۔
(کتاب الاذکیاء: ابن جوزی)

بے سروسامانی کی حالت میں بھی ردمظالم کیلئے حکومت ضروری نہیں

ہمارے بعض سیاست دان۔ لیڈر۔ مذہبی رہنما یہ سمجھتے ہیں کہ ردمظالم صرف حکام کا کام ہے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں ردمظالم ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کا فرض ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا انصر اخاک ظالما او مظلوما یعنی اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ مظلوم ہو یا ظالم۔ لوگوں نے پوچھا کہ ظالم کی مدد کیسے کریں۔ فرمایا کہ اس کو ظلم سے روک دو۔ یہ خطاب تمام امت کو ہے صرف حکام کو نہیں جناب اقدس نے ہمیشہ ردمظالم کا فریضہ انجام دیا حتی کے مکہ کے اس دور میں بھی جبکہ آپ خود سب سے مظلوم تھے اور پورا مکہ سوائے گنتی کے چند نفوس کے آپ کی جان کا دشمن تھا اور طرح طرح کے ظلم آپ سہتے تھے۔ لیکن اس مظلومیت و بے سرمانی کی حالت میں بھی آپ کیسے ردمظالم کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے اس مثال کو حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد منیریؒ نے اپنے ایک خط میں فیروز شاہ تغلق کو تحریر فرمایا؛

سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں حضرت مخدوم الملک سے خواجہ عابد ظفر آبادی نے فریاد کی کہ ان کا مال ظلم و تعدی سے تلف کر دیا گیا ہے حضرت مخدوم الملک نے سلطان فیروز شاہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی، اور بہت ہی بلیغ پیرایہ اور عالمانہ انداز میں عدل و انصاف کی تلقین کی، سلطان کو اس سلسلہ میں جو مکتوب تحریر فرمایا وہ حسب ذیل ہے شاید مرتب مکتوبات نے القاب حذف کر دیے ہیں، پورا متن یہ ہے

"حضرت بلال موذن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت رسالت مآب علیہ السلام کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں مکہ میں بیٹھا تھا، کہ ایک شخص آیا،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیغمبر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا، باہر جاکر دیکھو جب میں باہر آیا، تو ایک نصرانی کو کھڑا دیکھا، اس نے پوچھا محمدؐ یہاں ہیں میں نے کہا ہاں، وہ گھر کے اندر آیا اور کہا، یا محمدؐ تم کہتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں، اور خدا کا بھیجا ہوا ہوں، مجھکو اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہو، اگر تم رسول برحق ہو تو اس کو دیکھو کہ قوی ضعیف پر ظلم نہ کرے پیغمبر علیہ السلام نے پوچھا، تم پر کس نے ظلم کیا ہے، اس نے کہا ابوجہل نے میرا مال لے لیا ہے، یہ وقت آپ کے قیلولہ کا تھا اور بڑی گرمی پڑ رہی تھی لیکن آپ اسی وقت روانہ ہوئے، تاکہ مظلوم کی مدد فرمائیں، میں نے (یعنی حضرت بلال نے) عرض کی یارسول اللہ قیلولہ کا وقت ہے، گرمی پڑ رہی ہے، ابوجہل بھی قیلولہ کر رہا ہوگا وہ برہم ہوگا، لیکن آپ نہ رکے اور اسی طرح خشمگین ابوجہل کے دروازہ پر پہنچکر اس کو کھٹکھٹایا، ابوجہل کو غصہ آیا اس نے اپنے بتوں لات و عزیٰ کی قسم کھاکر کہا کہ جس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اس کو جاکر مار ڈالوں گا، باہر آیا تو دیکھا کہ حضرت رسالت مآب صلعم کھڑے ہیں، بولا کیسے آئے، کسی آدمی کو کیوں نہ بھیجدیا، پیغمبر علیہ السلام نے غصہ میں فرمایا، اس نصرانی کا مال تم نے کیوں لے لیا ہے، اس کا مال واپس کردو، ابوجہل نے کہا، اگر اسی کے لیے آئے ہو تو کسی آدمی کو کیوں نہ بھیجدیا، مال واپس کر دیتا، پیغمبرؐ نے فرمایا باتیں نہ بناؤ، اس کا مال واپس کرو ابوجہل اس کا تمام مال باہر لایا اور اس کے حوالے کیا نصرانی سے پیغمبر نے فرمایا اب تو تمہارا مال تمہارے پاس پہنچ گیا ہے اس نے کہا لیکن ایک ادنیٰ تھیلا رہ گیا ہے پیغمبرؐ (ابوجہل سے) فرمایا، تھیلا بھی دو، ابوجہل نے کہا کہ اے محمدؐ! تم واپس جاؤ میں اس کو پہنچا دوں گا حضرت رسالت مآب نے فرمایا میں اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا جب تک کہ تم تھیلا بھی واپس نہ کردوگے، ابوجہل گھر کے اندر گیا، اس کو وہ تھیلا نہ ملا لیکن اس سے بہتر تھیلا لایا، اور بولا وہ تو مجھ کو نہیں ملا مگر اس سے بہتر لایا ہوں، اور اسی کو اس کے بدلہ میں دیتا ہوں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اسے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصرانی یہ تھیلا بہتر ہے یا وہ بہتر تھا اس نے کہا اے محمدؐ! یہ بہتر ہے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اگر تم یہ کہتے کہ وہ بہتر تھا تو میں اس وقت تک واپس نہ جاتا جب تک میں قیمت لے کر تمھارے حوالے نہ کرتا۔"

ایک دوسری روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی مظلوم کی مدد کرتا ہے خدائے تعالیٰ قیامت کے روز پل صراط کو عبور کرنے میں اس کی مدد کرے گا اور بہشت میں جگہ دے گا، اور جو کوئی کسی مظلوم کو دیکھتا ہے، اور وہ مظلوم اس سے فریاد کرتا ہے لیکن وہ فریاد نہیں سنتا، تو قبر کے اندر اس کو آگ کے سو کوڑے مارے جائیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، جو کوئی مظلوم کی مدد کرتا ہے، اس کے لیے تہتر مرتبہ مغفرت لکھی جاتی ہے، ان میں سے ایک تو اس کو دنیا میں مل جاتی ہے اس سے اس کا کام سدھرتا ہے۔ اور بقیہ بہتر ۷۲ مغفرت عقبیٰ میں ملتی ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کارواں شہر سے باہر ٹھہرا، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا کارواں شہر سے باہر ٹھہرا ہے چلو ہم اس کی پاسبانی کریں، ایسا نہ ہو کہ کارواں والے سو جائیں اور کوئی ان کا سامان اٹھالے جائے، چنانچہ وہ رات بھر پاسبانی کرتے رہے حق تعالیٰ نے پیغمبر کے دوستوں کو یہ اوصاف عطا فرمائے تھے "رحماء بینہم" وہ تمام مسلمانوں پر مہربان تھے، اور ان کے لیے غم کھاتے رہتے۔

الحمدللہ کہ آپ (یعنی سلطان فیروز شاہ) کی ذاتِ معظم ومکرم مظلوموں اور درماندوں کی جائے پناہ ہے، اور آپ کی بارگاہ کا عدل وانصاف دنیا میں ظاہر ہو چکا ہے اور انصاف کو یہ سعادت حاصل ہوئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، ایک ساعت کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے، عاقبت بخیر ہو[۱]

---

[۱] سہ صدی مکتوبات ص ۹۲ ہم وغیرہ بحوالہ بزم صوفیہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الماوردی لکھتے ہیں کہ شاہان فارس رفع مظالم کو جہاں بانی کیلئے بہت ضروری سمجھتے تھے۔ مکہ میں چند ایسے واقعات ہوئے کہ تاجر کا مال لیکر قیمت ادا نہ کی گئی۔ ابی بن خلف نے بھی ایسا کیا۔ ابوسفیان اور عباس بن عبد المطلب نے کوشش کر کے مال واپس دلوایا۔ پھر قریش کے گھر والوں نے عبد اللہ بن جدعان کے مکان میں جمع ہو کر عہد کیا کہ مکہ میں کسی پر زیادتی ہو تو اسکی تلافی کی جائے۔ کسی پر ظلم نہ کرنے دیا جائے۔ مظلوم کا حق دلایا جائے۔ اس موقعہ پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام بھی موجود تھے جبکہ آپکی عمر ۲۵ برس کی تھی۔ اس عہد نامہ کو حلف الفضول کہتے ہیں پس رفع المظالم حکام ہی کا نہیں بلکہ ہر شخص کا فرض اور حق ہے

(زیر طبع)

فقہ حنفی کی شہرۂ آفاق کتاب

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع

تالیف

علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی المتوفی ۵۸۷ھ اردو ترجمہ

مترجم: پروفیسر خان محمد چاولہ

وکلاء قضاۃ اور قانون سے متعلق حضرات کیلئے ایک ناگزیر ضرورت۔ نفاذ شریعت کے عمل میں ممد و معاون اسلامی مدارس اور فقہ اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے ایک اہم کتاب۔ عنقریب طبع ہو کر مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے زیر اہتمام منظر عام پر آ رہی ہے۔

© rasailojaraid.com